نُصرۃ میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ ۳۴

جنوری / فروری ۲۰۱۷ بمطابق

ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۳۸ ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیات ۱۵۲-۱۵۱

پاکستان کی نئی فوجی قیادت کے نام کھلا خط

ولایہ شام: تاکہ انقلاب اپنی منزل کی جانب پیش قدمی سے بھٹک نہ جائے

افواج کے وہ ہیروز جن کا انتظار ہے

امریکہ کے سیاسی اثرورسوخ میں زوال

امریکی صدارتی انتخابات میں ٹرمپ کی جیت!

نصرة میگزین

جنوری/فروری 2017 بمطابق ربیع الثانی/جمادی الاول 1438 ہجری

اس شمارے میں

ادار یہ: امریکی ظلم وجبر کا خاتمہ		1
تفسیر سورۃ البقرۃ 152-151	شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ	2
افواج کے وہ ہیروز جن کا انتظار ہے	مصعب عمیر	3
پاکستان کی نئی فوجی قیادت کے نام کھلا خط	حزب التحریر ولایہ پاکستان	6
تا کہ انقلاب اپنی منزل کی جانب پیش قدمی سے بھٹک نہ جائے	حزب التحریر ولایہ شام	8
ہسپتالوں کی تباہی کے بعد خواتین کے سروں پر اور کیا تباہی گرے گی؟	مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر	11
استعماری مغرب پاکستان کے تعلیمی نصاب سے اسلام کا نام ونشان مٹا دینا چاہتا ہے	مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر	13
بڑی طاقتوں کے ساتھ اتحاد سلامتی نہیں بلکہ غلامی کا باعث بنتا ہے	عبد المجید بھٹی	14
امریکہ کے سیاسی اثر ورسوخ میں زوال	انجینئر تیمور	16
امریکہ کا بھارت کے ساتھ دفاعی معاہدہ	محمد عاطف	23
قرض پر زکوۃ	سوال وجواب	28
تفاوت اور اختلاف میں فرق	سوال وجواب	29
امریکی صدارتی انتخاب میں ٹرمپ کی جیت!	سوال وجواب	32
مقبوضہ کشمیر کی آزادی مذاکرات سے نہیں ہو گی	حزب التحریر ولایہ پاکستان	39

اداریہ: امریکی ظلم وجبر کا خاتمہ

پاکستان کے واشنگٹن کے ساتھ اتحاد کے باوجود اس کے ساتھ روا رکھے جانے والے برا سلوک جاری و ساری ہے لیکن ٹرمپ کی صدارت میں اس کا انداز بدل گیا ہے۔ ڈیموکریٹ اوباما کے بعد 20 جنوری 2016 کوری پبلکن ٹرمپ کی صدارت کے آغاز کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی آئے گی، البتہ صرف اس کا انداز بدل جائے گا۔ جی ہاں گرینٹ اولڈ پارٹی (ری پبلکن) نے اپنا انداز پرانے زمانے کے بندوق بردار کاؤں بوائے جیسا اپنا رکھا ہے جو چیختا چلاتا ہے، دھمکیاں دیتا ہے اور دوسروں سے ان کا مال چھین لیتا ہے۔ لیکن جہاں تک ڈیموکریٹ صدور کا تعلق ہے جیسا کہ کینیڈی اور کلنٹن، تو یہ میٹھی زبان بولتے ہیں اور اس طرح سے اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ان کی استعماریت کامیابی سے چلتی رہے۔ لیکن ری پبلکن صدور جیسا کہ نیکسن اور ریگن، اپنے دشمنی کا کھل کر اظہار کر دیتے ہیں۔ بش جونیئر نے صلیبی جنگ کا اعلان کیا تھا جب اس نے مسلمانوں پر بم برسانے شروع کیے، جبکہ اوباما نے بھی بم برسانے کے سلسلے کو جاری و ساری رکھا لیکن ساتھ ہی وائٹ ہاوس میں ایک افطار کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ، "ہم سب ایک خاندان ہیں"۔

لیکن اگر ان دونوں جماعتوں کے انداز اور طریقہ کار کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو خارجہ پالیسی کا مواد اور اہداف ایک ہی ہوتے ہیں۔ ری پبلکن لازمی سرمایہ داریت اور اس کی استحصالی خارجہ پالیسی نافذ کرتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے یہ کام ڈیموکریٹ کرتے ہیں۔ ٹرمپ مسلمانوں پر جنگیں مسلط کرتا رہے گا تا کہ ان کے علاقوں اور ان میں موجود وسائل پر اپنے تسلط کو یقینی بنایا جائے۔ ٹرمپ اسلام اور استعماریت اور کسی بھی ظلم کے خلاف اس کی طاقتور مزاحمت کو کچلنے کے سلسلے کو جاری رکھے گا۔ لہٰذا ٹرمپ شام کے مسلمانوں کے خلاف روس کو استعمال کرتا رہے گا جنہوں نے استعماریت کے خلاف پورے شعور اور آگہی کے ساتھ بغاوت کی قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ ٹرمپ اپنے ایجنٹوں کو مسلم ریاستوں میں آگے بڑھاتا رہے گا تا کہ وہ طاقت سے اسلام کے سیاسی اظہار کو کچلیں اور تعلیمی نصاب میں وسیع تبدیلیاں کر کے مسلمانوں کے عقائد اور اقدار کو سرمایہ داریت کی کرپشن سے آلودہ کردیں۔ اور ٹرمپ بھارت کو خطے کی طاقتور ریاست بنانے کے لیے کام کرتا رہے گا اور اس بات کو یقینی بنائے گا کہ پاکستان ایک کے بعد ایک کر کے اپنے مفادات سے پیچھے ہٹتا رہے اور بھارت کو بالادست طاقت بنانے کے حوالے سے پاکستان کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

جہاں تک مسلم دنیا کے اہل قوت کا تعلق ہے جنہوں نے ٹرمپ انتظامیہ کا سامنا کرنا ہے تو دھمکیوں اور ڈرانے کے سلسلے کا سامنا کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے ڈٹ جایا جائے۔ اگر ان دھمکیوں کا سامنا نہیں کیا جائے گا تو دھمکیاں دینے والا مزید دھمکیاں دے گا اور ذلت آمیز مطالبات سامنے رکھے گا جن کو پورا کرنا امت کے لیے انتہائی نقصان کا باعث ہو گا۔ یہی وقت ہے کہ امریکہ کے سامنے کھڑا ہوا جائے کیونکہ امریکہ کے وجود میں پڑنے والی دراڑیں اور کمزوریاں کھل کر سامنے آگئی ہیں۔ اس کی معیشت تنزلی کا شکار ہے جس کو لالچی سرمایہ دار اشرافیہ کھا رہی ہے جو ہر امریکی صدارتی انتظامیہ میں نمایاں ہوتے ہیں، چاہے وہ ڈیموکریٹک ہو یا ری پبلکن۔ اس کی بھرپور مسلح لیکن جوش و جذبے سے خالی فوج مسلمان علاقوں میں ملنے والی زبردست مزاحمت کی وجہ سے کمزوری اور بد دلی کا شکار ہو چکی ہے۔ سیاسی محاذ پر پوری دنیا میں اس کی استعماریت پر سوال اٹھائے جا رہے ہیں اور اسے چیلنج کیا جا رہا ہے جبکہ داخلی طور پر انتہائی گہری اور وسیع تقسیم کا شکار ہے جس کا مشاہدہ صدراتی انتخاب اور اس کے بعد کی صورتحال میں کیا گیا ہے۔

امریکہ سے اتحاد کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہو گا جب ایک ایسی ریاست قائم کی جائے جو مسلمانوں کے عقیدے اور اقدار پر قائم ہو۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ ظلم اور جبر کے خلاف حرکت میں آئیں جیسا کہ وہ صدیوں تک اسلامی حکومت کے دور میں کرتے رہے ہیں چاہے وہ ظلم وجبر حلب میں ہو یا برما میں یا مقبوضہ کشمیر میں۔ صرف اسلام کا نفاذ ہی مسلمانوں کے امور کو درست کرے گا اور تعلیم سے لے کر معیشت تک ان کی صلاحیتوں کو استعمال میں لائے گا۔ اور یہ صرف اسلامی ریاست ہی ہو گی جو ایک ایسے پلیٹ فارم کا کام کرے گی جس پر موجودہ مسلم ریاستیں یکجا ہو کر دنیا کی سب سے باوسائل ریاست بن جائے گی۔ اب یہ اہل قوت کا کام ہے کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کریں اور امریکی ظلم و جبر کا خاتمہ کردیں۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 152-151

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم الله الرحمن الرحيم

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ط

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلاَ تَكْفُرُونِي

"جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے رسول تم ہی میں سے بھیجا جو ہماری آیتوں کو تمہارے سامنے پڑھتا ہے، تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سیکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے، پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا میرا اشکر ادا کرو میری ناشکری مت کرو"(البقرۃ:152-151)

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مندرجہ ذیل وضاحتیں بیان کرتے ہیں:

1۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس طرح کفار اور دشمنوں کے خلاف اتمام حجت کے لیے اس امت کے بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کو بیان کرکے اس پر اپنا فضل کیا اور اس عمل کو اُن پر اپنی نعمت کی تکمیل قرار دیا، اسی طرح انہی میں سے محمد ﷺ کو ان کے لیے رسول بنا کر ان پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی جو اپنی امت کے لیے اللہ کی آیتوں کو پڑھتے ہیں اور ان کو شرک سے پاک کرتے ہیں، ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے لیے ہر وہ چیز بیان کرتے ہیں جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں۔

﴿**كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً**﴾"جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے رسول تم ہی میں سے بھیجا" اپنے ماقبل سے متصل ہے اور "ک" تشبیہ کے لیے ہے یعنی ہم نے قبلے اور کفار اور دشمنوں کی حجت بازی کو ختم کرنے کے ذریعے تم پر اپنا انعام کیا، اسی طرح تمہارے پاس رسول بھیج کر تم پر انعام کیا۔

﴿**يُزَكِّيكُمْ**﴾ "تمہیں پاک کرتا" یعنی تمہیں شرک سے پاک کرتا ہے۔

2۔دوسری آیت میں اللہ اپنے بندوں کو زبان، قلب اور جسم کے ہر حصے سے ہر قسم کے ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے، جس کا معنی اسلام کی طرف ہر اس چیز کے ذریعے دعوت دینا ہے جس سے اللہ راضی ہو اور اللہ ان کو اجر اور ثواب دے۔ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے کہ، **«من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، ومن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير من ملئه»** "جو تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے میں بھی تنہائی میں اس کو یاد کرتا ہوں اور جو محفل میں میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے بہتر ملائکہ کی محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں"۔ اور یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں ناشکری نہ کریں تاکہ یہ نعمتیں ہمیشہ رہیں۔ **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ** "اگر تم شکر گزاری کروگے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے" (ابراہیم:7)۔

﴿**أَذْكُرْكُمْ**﴾ "میں تمہارا ذکر کروں گا" کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں تمہارے ذکر کا اجر دوں گا، یہ کنایہ کے باب سے مجازی استعمال ہے، اللہ کی طرف سے ہمارا ذکر کرنے کا مطلب اللہ کی جانب سے ہمیں ثواب دینے سے کنایہ ہے۔ اس میں اپنے ماقبل کے ساتھ حسنِ تقابل اس کے علاوہ ہے، ﴿**فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ**﴾ "پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔

بقیہ صفحہ 10 سے

﴿**إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ**﴾

"اگر اللہ آپ کا مددگار ہے تو کوئی نہیں جو آپ پر حاوی آئے"(آل عمران3:160)، اور اگر ہم اس فتح کو اس کی اصل سے ہٹ کر کسی اور سے چاہیں تو وہ بالضرور دھوکہ دیں گے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ: ﴿**وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُون**﴾ "اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ پر بھروسا رکھیں"(آل عمران3:160)، چنانچہ اللہ کی مدد حاصل کرو، صبر کرو، اور اللہ کے اس فرمان پر غور کرو کہ:

﴿**إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ**﴾

"ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے"(المؤمن40:51)

2 محرم 1438 ہجری بمطابق 3 اکتوبر 2016

حزب التحریر ولایہ شام

افواج کے وہ ہیروز جن کا انتظار ہے

تحریر: مصعب عمیر

امت آج ان زخموں کی تکلیف سے کراہ رہی ہے جو اس کے جسم پر داغے گئے ہیں۔ مسلمان بے یارو مدد گار بنا کسی تحفظ یا ڈھال کے اپنے دشمنوں کے نشانے پر ہیں جبکہ ان کی افواج کی مجموعی تعداد کئی ملین بنتی ہے جو انہیں دنیا کی سب سے بڑی فوج بنا دیتے ہیں۔ میانمار کے مسلمانوں کے دکھ، درد اور تکالیف پر مسلمانوں کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی ہیں جہاں چند ہفتوں میں مشرک میانمار کی فوج نے سیکڑوں مسلمانوں کو قتل کر دیا جن میں عورتیں، بچے، نومولود بھی شامل تھے اور کئی درجن خواتین کی عزتوں کو لوٹ لیا۔ مسلمانوں کی آنکھیں مقبوضہ کشمیر میں ہندو ریاست کی جانب سے مسلمانوں پر ہونے والے وحشیانہ حملے پر آنکھیں رو رو کر آنسوؤں سے خشک ہو گئیں ہیں جہاں گذشتہ جولائی سے درجنوں مسلمان شہید اور پیلٹ گن کے استعمال کی وجہ سے سیکڑوں لوگوں کی آنکھیں زخمی ہو گئیں جن میں سے کئی اپنی بینائی تک کھو بیٹھے۔ اور مسلمان خون کے آنسو روتے ہیں جب وہ حلب، شام کے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جہاں جابر بشار کے افواج نے، جنہیں امریکہ و روس کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے، زہریلی کلورین گیس استعمال کی جس کی وجہ سے انسان دم گھٹ کر مر جاتا ہے اور سفید فاسفورس استعمال کی جو انسانی گوشت کو اس طرح سے جلا دیتا ہے کہ صرف ہڈیاں ہی بچتی ہیں اور خون میں شامل ہو کر اہم انسانی اعضاء کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔ اس خوفناک اور مشکل ترین صورتحال میں یہ سوال پوچھا جانا چاہیے کہ امت اپنے بچاؤ کے لیے اپنی افواج کے علاوہ کس کو مدد کے لیے پکارے؟

یقیناً یہی وہ وقت ہے کہ افواج میں موجود ہیروز امت کی چیخوں کو سنیں۔ جن ہیروز کا انتظار ہے وہ امت کو درپیش مشکل ترین وقت میں آگے آکر موجودہ حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکیں جنہوں نے افواج کو بیرکوں میں بند کر رکھا ہے اور صرف اسی وقت انہیں بیرکوں سے نکالتے ہیں جب مغربی استعماری طاقتیں اپنے استعماری مفادات کی تکمیل کے لیے انہیں باہر نکالنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

اس خوفناک اور مشکل ترین صورتحال میں یہ سوال پوچھا جانا چاہیے کہ امت اپنے بچاؤ کے لیے اپنی افواج کے علاوہ کس کو مدد کے لیے پکارے؟

جن ہیروز کا انتظار ہے وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کریں تا کہ مظلوموں کو ظلم سے نجات دلانے اور مقبوضہ علاقوں کی آزادی کے لیے افواج کو حرکت میں لایا جا سکے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا**" بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لیے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا"(النساء:75)۔

یہ وہ ہیروز ہیں جو خود کو غدار حکمرانوں کی جانب سے بنائے گئے کرپٹ ماحول سے بلند کریں گے۔ یہ کرپٹ ماحول دنیاوی مال و متاع، رتبے اور گھٹیا قوم پرستی اور وطنیت کی بنیادوں پر کھڑا ہے۔ لیکن وہ ہیروز جن کا انتظار ہے وہ اپنا منہ دنیا کے مال و متاع سے موڑ لیں گے، جو انہیں موجودہ کرپٹ حکمران پیش کرتے ہیں جو درحقیقت اس بات کی رشوت ہوتی ہے کہ وہ خاموش بیٹھے رہیں اور حکمرانوں کے گناہوں میں حصہ دار بن جائیں، کیونکہ امت کی حقیقی ہیروز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان سے واقف ہیں کہ، وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ "اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا دے رکھی ہے تا کہ انہیں اس میں آزمالیں۔ تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے"(طٰہٰ:131)۔ وہ ہیروز جن کا انتظار ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صورتحال کا بغور جائزہ لیا ہوگا جن کے متعلق بخاری میں روایت ہے کہ جب عمر بن خطاب رسول اللہ کے حجرے میں داخل ہوئے تو انہیں چٹائی پر لیٹے دیکھا، فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ. فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا. فَقَالَ " أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ".

"فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي" جب میں نے انہیں مسکراتے دیکھا تو میں بیٹھ گیا اور کمرے پر ایک نظر ڈالی اور اللہ کی قسم کوئی اہم چیز نہ دیکھ سکا سوائے تین چمڑے کی کھالوں کے۔ میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا، اللہ سے دعا کریں کہ آپ کے پیروکاروں کو مال و متاع عطا فرمائے کہ فارسیوں اور بازنطینیوں کو امیر بنایا گیا اور انہیں دنیا کی آسائشیں دیں گئی جبکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے تھے (میری بات سن کر سیدھے بیٹھ گئے) اور کہا، اے ابن خطاب! کیا تمہیں شک ہے (کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے)؟ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ صرف اس دنیا میں ہی دیا گیا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، برائے مہربانی اللہ سے میری معافی کے لیے کہیں"۔

ہاں یہ سچ ہے کہ وہ ہیروز جن کا انتظار ہے یہ جانتے ہیں جہاد کے فرض کی ادائیگی پر وہ دنیاوی مال و متاع کا حق رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لِلْغَازِي أَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ وَأَجْرُ الْغَازِي" غازی کو تو اس کا اپنا اجر ہی ملے گا، (جبکہ) غازی بنانے والے کو اپنا بھی اور غازی کا بھی اجر ملے گا" (ابو داود)۔ لیکن دنیاوی اجر کا وعدہ حقیقی ہیروز نہیں بناتا جو مسلمانوں پر ہونے والے ظلم پر بے سکون ہو جاتے ہیں اور اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بندوقوں، ٹینکوں، جنگی جہازوں اور میزائلوں سے مدد کے لیے پکارنے والوں کی پکار کا جواب دیں۔ جو چیز ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عظیم اجر ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں۔ یقیناً جن ہیروز کا انتظار ہے وہ اپنی جان اور مال کا سودا جنت کے بدلے کر لیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَلَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَتِلُونَ فِى سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْءانِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِى بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے؟ تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے" (التوبہ: 111)۔

یقیناً وہ ہیروز جن کا انتظار ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں لڑنا پوری زندگی عبادت میں گزار دینے سے بہتر ہے

وہ ہیروز جن کا انتظار ہے وہ شہادت کو نقصان تصور نہیں کرتے بلکہ سب سے بڑا انعام سمجھتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تَكَفَّلَ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ، لاَ يُخْرِجُهُ إِلاَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ، بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ {مَعَ مَا نَالَ} مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ "اللہ نے وعدہ کیا ہے اس سے جو اس کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے اور ایسا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی سوائے جہاد اور اس (اللہ) کے الفاظ پر یقین کہ وہ (اللہ) اسے جنت میں داخل کرے گا (اگر وہ شہید ہوا) یا اسے واپس اس کے گھر لائے گا، جہاں سے وہ نکلے گا ان چیزوں کے ساتھ جو اس نے مال غنیمت میں حاصل کیا ہو گا" (بخاری)۔ وہ ہیروز جن کا انتظار ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ جنت دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں میں نہیں ملتی بلکہ اللہ کی راہ میں خون اور پسینہ بہانے سے ملتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ "جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے" (بخاری)۔

یقیناً وہ ہیروز جن کا انتظار ہے ان کے دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بہترین طریقے سے عبادت کرنے کی خواہش سے لبریز ہیں۔ ان کے دماغوں میں یہ احساس موجود ہے کہ افواج میں ان کی موجودگی ان کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے ایک سنہری موقع ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں لڑنا پوری زندگی عبادت میں گزار دینے سے بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مَقَامُ الرَّجُلِ فِي الصَّفِّ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الرَّجُلِ سِتِّينَ سَنَةً "اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے صفوں میں انسان کا مقام اللہ کے لیے اس کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے" (الحاکم)۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں لڑنا، جبکہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا وہ واپس اپنے خاندان کی آسودگی میں آ بھی سکیں گے، لیلۃ القدر کی رات کی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں کی گئی عبادت ہزار راتوں کی عبادت کے برابر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ- حَارِسٌ حَرَسَ فِي أَرْضِ خَوْفٍ لَعَلَّهُ لاَ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ "کیا میں تمہیں اس رات کے متعلق نہ بتاؤں جو لیلۃ القدر کی رات سے بھی بہتر ہے؟ (جہاد کے دوران) ایک نگران کا جنگ کی زمین پر نگرانی کرنا اور

وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ آیا وہ اپنے خاندان کے پاس واپس جاسکے گا"(الحاکم)۔ ان کے دل عظیم ترین اجر کے لیے بے قرار ہیں، اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنتے ہیں، إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ "جنت میں سو(100) درجات ہیں جو اللہ نے ان کے لیے بنائیں ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہر دو درجے کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جیسے زمین اور آسمان کے درمیان، تو اگر تم اللہ سے کچھ مانگو تو اس سے فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا آخری درجہ اور سب سے اونچا مقام ہے، اور اس کے اوپر الرحمن کا عرش ہے اس کے نیچے سے جنت کے دریا نکلتے ہیں"(بخاری)۔ اور وہ اس اجر کو حاصل کرنے کے لیے بے قرار ہیں کہ ان کے لیے چھوٹے سے چھوٹے کھانے کا دورانیہ بھی بہت طویل انتظار ہے جب وہ اپنے سے پہلے آنے والوں کا کردار دیکھتے ہیں یعنی عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ۔ مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، وَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالأَرْضُ " قَالَ : يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الأَنْصَارِيُّ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالأَرْضُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : بَخٍ بَخٍ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ : بَخٍ بَخٍ ؟ قَالَ : لا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلا رَجَاءً أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا ، قَالَ : " فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا " , فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرْنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ ، ثُمَّ قَالَ : أَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي هَذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ ، قَالَ : فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ "جب مشرکین قریب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، کھڑے ہو جاؤ اور جنت کی طرف بڑھو جو اس قدر وسیع ہے جس قدر زمین و آسمان۔ عمیر بن الحمام نے پوچھا: کیا جنت اس قدر وسیع ہے جتنی کی زمین و آسمان؟ رسول اللہ ﷺ نے اثابت میں جواب دیا۔ عمیر نے کہا، زبردست! رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے ایسا کیوں کہا۔ انہوں نے جواب دیا: کچھ نہیں رسول اللہ ﷺ! لیکن میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی جنتیوں میں شامل ہو جاؤ گا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، تم ضروران میں شامل ہوگے۔ عمیر نے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے لیکن کچھ دیر بعد انہوں نے کہا: اگر ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہا تو یہ بہت طویل زندگی ہوگی۔ لہٰذا انہوں نے وہ تمام کھجوریں پھینک دیں جو ان کے پاس تھیں اور پھر وہ دشمن سے اس وقت تک لڑے جب تک قتل نہیں ہوگئے"۔

لہٰذا امت کی افواج کے افسران، حزب التحریر تم سے نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ مانگتی ہے، جو امت کی ڈھال ہے، تو ان ہیروز کی طرح اٹھو اور امت کی پکار پر لبیک کہو۔

بقیہ صفحہ 7 سے

اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر اس بات پر غور کریں کہ جب آپ انکساری سے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے، اسلام اور اس کے دین کی حمایت میں حرکت میں آئیں گے تو آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد کے حقدار بن جائیں گے۔ یقیناً اُن مسلم فوجی کمانڈروں نے تاریخ رقم کی ہے جنہوں نے اللہ کی مدد کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار تصور کیا اور بدترین حالات کے باوجود دشمنوں پر کامیابی حاصل کی چاہے وہ خالد بن ولید ؓ ہوں یا صلاح الدین ایوبی یا محمد بن قاسم۔ متقی اور پرہیزگار فوجی کمانڈروں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کریں، آپ کو سوائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوگی اور آپ کامیابی و کامرانی کی منزلیں طے کرتے چلے جائیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں،

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ"

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے"(آل عمران:160)۔

17 ربیع الاول 1438 ہجری بمطابق 16 دسمبر 2016

حزب التحریر ولایہ پاکستان

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں"(التوبۃ:111)

پاکستان کی نئی فوجی قیادت کے نام کھلا خط

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حالیہ دنوں میں بریگیڈئر، میجر جنرل، لیفٹینینٹ جنرل اور جنرل کے عہدوں پر ہونے والی ترقیوں کے بعد ہم آپ سے یعنی افواج پاکستان کی نئی فوجی قیادت سے مخاطب ہیں جو دنیا کی سب سے قابل اور باصلاحیت لڑاکا افواج میں سے ایک ہے۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ فوج کی قیادت کرنا ہمارے دین میں ایک انتہائی اہم ذمہ داری ہے اور اس کا بہت بڑا اجروثواب ہے۔ یقیناً پوری انسانیت کے لیے آخری نبی ، رسول اللہ ﷺ کو آپ کے آباؤ اجداد انصار رضی اللہ عنہم کی فوجی قیادت نے ہی نصرۃ فراہم کی تھی جس کے نتیجے میں 12 ربیع الاول کو مدینہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ خود ایک فوجی کمانڈر بن گئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی کمانڈر کی انتہائی شاندار مثال آپ کے لیے چھوڑی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت کریں اور پوری انسانیت کے سامنے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام بلند کریں۔

ہم آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتے ہیں کہ اِس وقت آپ کو درپیش سب سے بڑا چیلنج امریکہ کے ساتھ پاکستان کے اتحاد کو ختم کرنا ہے۔ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ امریکہ کے ساتھ اتحاد خطے میں بھارت کی ریشہ دوانیوں کو روکنے کا باعث بنے، اس کے برعکس اس اتحاد نے ہمیں بھارت کے سامنے، تسلسل کے ساتھ، خطرناک حد تک کمزور کیا ہے۔

مشرف کے دور میں اس اتحاد کے ذریعے پہلے تو امریکہ نے ہماری افواج کی انٹیلی جنس، فوجی اڈوں اور فضائی راستوں کو افغانستان پر حملے اور پھر اس پر قبضہ کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اِس کے فوراً بعد امریکہ نے افغانستان کے دروازے بھارت کے لیے کھول دیے اور اُسے وہاں پر غیر معمولی طور پر اپنے قدم جمانے، اثرورسوخ پیدا کرنے اور اس اثرورسوخ کو پھیلانے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ اس سہولت کو بھارت نے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے استعمال کرنا شروع کیا اور ہماری سرزمین پر فتنے کی آگ بھڑکانا شروع کردی۔ جنرل مشرف نے، امریکہ کے اتحادی کے طور پر، جہاد کشمیر کو "دہشت گردی" قرار دے دیا جو امریکہ کا اہم مطالبہ تھا اور اس طرح بھارت کو زبردست تقویت فراہم کی جس کی بزدل افواج جذبہ ایمانی سے بھرپور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہورہی تھیں حالانکہ یہ گروہ غیر معیاری اسلحہ سے لیس تھے۔

> رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی کمانڈر کی انتہائی شاندار مثال آپ کے لیے چھوڑی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت کریں اور پوری انسانیت کے سامنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام بلند کریں۔

پھر جنرل کیانی کے دور میں اس اتحاد کے ذریعے امریکہ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہماری افواج کو بڑی تعداد میں پاکستان کی مغربی سرحدوں پر تعینات کیا جائے۔ امریکہ کے اس مطالبے نے بھارت کو نہ صرف پاکستان کی مشرقی سرحد پر بہت بڑی سہولت فراہم کی بلکہ اس کے علاقائی عزائم کو پورا کرنے کے لیے اس کے حوصلوں کو بلند کیا اور پاکستان کی افواج کے کردار کو افغانستان میں امریکہ اور بھارت کی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لیے سیکیورٹی ضروریات کو پورا کرنے تک محدود کردیا گیا۔

اس کے بعد جنرل راحیل کے دور میں اس اتحاد کے ذریعے امریکہ نے بھارت کے لیے مزید آسانیاں پیدا کیں جب "انتہاء پسندی سے لڑنے" کے نام پر اسلام کی آواز کو پوری قوت سے کچلنے کی کوشش کی گئی، جب "سرحد پار دہشت گردی کے خاتمے" کے نام پر کشمیر کے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا گیا اور جب ہمیں مشرقی سرحدوں پر "تحمل"(Restraint) کے نام پر بھارت کی روز بروز بڑھتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے سے روکا گیا اور محض علامتی اقدامات تک محدود کردیا گیا۔

اور اب اگر جنرل باجوہ کی قیادت میں بھی امریکہ کے ساتھ اتحاد کو چلنے دیا گیا تو پاکستان کو امریکہ کی حمایت سے بھارت سے بات چیت کی جانب دھکیل دیا جائے گا تاکہ ہمیشہ کے لیے اِس امید کو دفن کردیا جائے کہ کبھی پورا کشمیر آزاد ہو کر پاکستان کے ساتھ الحاق کرلے گا۔ اس امریکی منصوبے کا مقصد سفارتی بات چیت کے جال میں پھنسا کر بھارت کو مکمل کامیابی دلانا ہے جو وہ کسی صورت میدان جنگ میں حاصل

نہیں کر سکتا۔ جہاں تک بھارت کے ساتھ "تعلقات کی بحالی"(Normalization) کی بات ہے تو یہ امریکہ کا مطالبہ ہے تاکہ پاکستان کو ہمیشہ کے لیے بھارت کے راستے سے ہٹا دیا جائے جو خطے میں اُس کے بالادست قوت بننے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بھارت کو مزید آسانیاں فراہم کی جائیں جس میں ہمارے اپنے ہی ہاتھوں ایٹمی اسلحے کا آہستہ آہستہ خاتمہ بھی شامل ہے۔

محترم فوجی کمانڈرز!

امریکہ مسلمانوں کا کھلا، جارح اور کافر دشمن ہے۔ اس کی دشمنی مشرق میں ہندو ریاست اور مغرب میں یہودی ریاست کی کھلی حمایت سے واضح ہے۔ اس کی دشمنی افغانستان، عراق اور شام میں جارحیت کی صورت میں نظر آرہی ہے۔ اور اُس کی یہ دشمنی، پاکستان کو بھارت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کی صورت میں بھی واضح نظر آرہی ہے۔ اسلام ان دشمن قوتوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے منع فرماتا ہے جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں، ان کی زمینوں پر قبضہ کرتے ہیں اور صرف ہماری تباہی و بربادی کی خواہش رکھتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ** "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور (خود) اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں"(الممتحنۃ:1)۔ اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ نہ صرف امریکہ کے ساتھ اتحاد ختم کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ حالات بھی اس کے لیے مکمل طور پر سازگار ہیں۔

معزز کمانڈرز، خود امریکہ کی کمزوریوں کو دیکھیے۔ فوجی لحاظ سے اِس کی افواج، جدید ترین اور مہلک ترین اسلحہ رکھنے کے باوجود اپنی بزدلی کی وجہ سے افغانستان کے قبائلی افراد کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی بہادری کے سامنے مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں، جن گروہوں کے پاس اسلحہ بھی معیاری نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے امریکہ ہماری افواج کی صلاحیتوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہے۔

> **حکمرانوں کے ہاتھوں بدترین مظالم کا سامنا کرنے کے باوجود ہماری امت نے اسلام کو نہیں چھوڑا بلکہ اسلام کے لیے ان کا عزم مزید بڑھ گیا ہے۔ امت جمہوریت اور استعماریت کو مسترد کر رہی ہے اور نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کا مطالبہ کر رہی ہے**

معاشی لحاظ سے، اس کی اشرافیہ مال کی انتہائی شدید ہوس میں مبتلا ہے جس نے بہت بڑے پیمانے پر دولت کو چند ہاتھوں میں محدود کر دیا ہے جو اس کی معیشت کو کمزور سے کمزور تر کر رہا ہے۔ سیاسی لحاظ سے، اس کا قد کاٹھ کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے اور نہ صرف مسلم دنیا بلکہ غیر مسلم دنیا بھی اس سے شدید نفرت کرتی ہے کیونکہ وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے وہ کھلی اور پر تشدد جارحیت اختیار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

اس بات پر غور کریں کہ موجودہ حکمرانوں کے ہاتھوں بدترین مظالم کا سامنا کرنے کے باوجود ہماری امت نے اسلام کو نہیں چھوڑا بلکہ اسلام کے لیے ان کا عزم مزید بڑھ گیا ہے۔ امت جمہوریت اور استعماریت کو مسترد کر رہی ہے اور اسلام کی حکمرانی اور نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کا مطالبہ جتنی شدت سے وہ آج کر رہی ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ لہٰذا اسلامی امت آپ کی بھرپور حمایت کرے گی اگر آپ اُس کی اِس شدید خواہش کو پورا کرنے کے لیے بہادرانہ قدم اٹھائیں گے۔

اس بات کو بھی دیکھیے کہ حزب التحریر اپنے امیر، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ کی قیادت میں اسلام کے مطابق حکمرانی کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہے جس کے پاس مشرق میں انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں مراکش تک قابل سیاست دانوں کی ایک فوج موجود ہے۔ آج یہ سیاست دان بھرپور جبر کے باوجود جس میں گرفتاریاں، اغوا اور بدترین تشدد تک شامل ہے، دن رات کام کر رہے ہیں۔ اور جلد جب آپ کے ہاتھوں خلافت قائم ہو گی تو وہ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کیے گئے وعدے کے مطابق، موجودہ مسلم ریاستوں کو یکجا کر کے ایک ریاست میں ڈھال دیں گے جو دنیا کی سب سے طاقتور اور وسائل سے مالا مال ریاست ہو گی۔

بقیہ صفحہ 5 پر

تاکہ انقلاب اپنی منزل کی جانب پیش قدمی سے بھٹک نہ جائے

اب جبکہ انقلاب کا چھٹا سال اختتام پزیر ہے ، غلطیوں پر غلطیاں ہوئیں،انحراف کی کثرت ہوئی، مجرموں کے محاسبہ میں کوتاہی کی گئی، ظالم کا ہاتھ نہیں روکا گیا، اللہ سبحان وتعالیٰ کے رسول ﷺ کی تنبیہ نظرانداز کی گئی کہ «إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله تعالى بعذاب منه» "بے شک اگر لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ روکیں تو ضرور اللہ سبحان و تعالیٰ جلد ہی ان پر عذاب بھیجے گا "(روایت ابوداود، ترمذی اور النسائی)---تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

جب کچھ لوگ خود سے شکست تسلیم کر چکے اور خود ہی فیصلہ کر چکے کہ نظام کی تبدیلی مغربی طاقتوں کی اجازت، مدد اور منظوری کے بغیر ممکن نہیں اور ان کی مدد کے بغیر انقلاب ممکن نہیں حالانکہ یہ انقلاب ایسی کسی مدد کے بغیر بہت کچھ حاصل کر چکا ہے، پھر اسی پیش کردہ مدد کو استعمال کرتے ہوئے خطے کی غدار ریاستوں نے اس انقلاب کو اپنے اہداف سے ہٹایا، فیصلہ کی طاقت سے محروم کیا اور ایسی حالت میں پہنچا دیا جہاں اس انقلاب کا خاتمہ آسان ہو جائے۔یہ سب کچھ یہ جاننے کے باوجود ہوا کہ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾ "کفار اپنی دولت (انسانیت کو)اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں"(انفال 8:36)---تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

جب علماء کے فتوے اپنے حامیوں کی ہدایات اور احکام کی تائید کے لیے ہوں، ان کا استعمال ہر گٹھ جوڑ کو جواز بخشتا ہو، ہر وہ عمل جو اس انقلاب کے

> **اے بلاد لشام کے صابر مسلمانو! دراڑیں بڑھتی جارہی ہیں، انقلاب کی کشتی اپنی منزل کھونے جارہی ہے اور دشمنوں کی چالوں کے سمندر میں گم جانے کے خدشے سے دوچار ہے۔**

لیے زہرِ قاتل ہے کو مصلحت اور ضرورت قرار دیا جارہا ہو، اور اس دوران علماء خاموش رہیں اور اللہ سبحان و تعالیٰ کا قول بھولا دیں کہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَـٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ "جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے"(البقرۃ 2:159)، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ مبارک بروایت صحیح حدیث امام احمدؒ کہ «من كتم علمًا ألجمه الله بلجام من نار» "جو کوئی ایسی بات کو چھپائے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانی فلاح کے دینی معاملات کے کے لیے عام کر دیا ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزِ قیامت اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی"---تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

اور جب ہمیں ایک ڈھونگ (دھوکہ دہی) سے اس سوچ کی طرف لے جایا جاتا ہے کہ ہمارے مسائل کا حل ہمارے مغربی ممالک میں موجود دشمن اور ان کی اقوام متحدہ کے ہاتھ میں ہے۔اور جب بڑے جتھوں کے اکابرین سے ان کے معاملات کی باگ دوڑ چھین لی جائے اور ان کے حامی اور علاقائی اور مغربی ممالک ان کے فیصلے کرنے لگیں۔ چنانچہ اس حکومت کا دارالحکومت ، اس کے شبیہہ غنڈوں اور دوسرے مجرموں کے زیراثر علاقے محفوظ پناہ گاہیں اور حساس علاقے بن جائیں اور یہ اکابرین ان حکمرانوں کے پیچھے چلنے لگیں جو سیکولر ازم کے نعرہ کے تحت اور اللہ سبحان وتعالیٰ کے نازل کردہ سے ہٹ کر فیصلے کرتے ہیں اور اس خطے کے لیے امریکی سیاسی منصوبے کو ایک حل کے طور پر قبول کرتے ہیں اور یہ حل اس انقلاب کے لیے زہر قاتل بن جائے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ان الفاظ کو بھول جاتے ہیں کہ:﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾"اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی

طرف مائل نہ ہونا۔ نہیں تو تمہیں(دوزخ کی)آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں ہیں"(ھود 11:113)----- تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے
۔

اور جب محض خطے کی کچھ ریاستوں کی خوشنودی کی خاطر بشمول کافر مغرب کے، نام نہاد دہشتگردی کو نظام کی تبدیلی پر فوقیت دے دی جائے، ہمیں ایسے معرکوں میں الجھایا جائے جن میں اصل مفاد مغرب کا ہو اور انہی کے منصوبوں کو تقویت پہنچائیں، نتیجتاً مزاحمت کار مختلف محاذوں پر منتشر ہو گئے ان کا اتحاد ٹوٹ گیا اور ان کا اصل کام، اپنے بھائیوں کی محاصروں سے نجات اور نظام کی تبدیلی، سے توجہ ہٹ گئی۔ اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے اس فرمان پر توجہ نہیں دی گئی کہ :﴿إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُواْ لَكُمْ عَدُوّاً مُّبِيناً﴾"بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں"(النساء 4:101)--- تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

جب ہم سیکولر سیاسی سیاح خانہ بدوشوں اور وہ جو سفارت خانوں کے چکر لگا لگا کر نہیں تھکتے جیسوں کو انقلاب کی نمائندگی اور شام کی سرزمین کے مجاہدین کی ترجمانی کرنے دینگے اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح روگردانی کریں گے کہ :«إذا وسّد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة»"جب عہدے حقدار کی نسبت نااہل کو دیے جائیں تو پھر قیامت کے برپا ہونے کا انتظار کرو"--- تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

اور جب ہم واضح منصوبہ اور اہداف، ان کی تکمیل اور حصول کے لیے طریقہ کار کی اہمیت کا احساس نہ کریں، اور جب ہم یہ نہ سوچیں کی کس طرح حکومتوں کو ختم کیا جاتا ہے اور کس طرح ریاستیں قائم کیں جاتی ہیں، اور ایسے راستے پر چل رہے ہوں جو دشمن کا بتایا ہوا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ شائد یہ ہی ہماری راہ نجات ہے جبکہ دراصل وہ ہماری ہلاکت کا راستہ ہے، اور خود کو دوسروں کے مفاد اور اہداف کے حصول کے لیے آلہ کار بنا لیں، جبکہ اللہ سبحان و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :﴿وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ "اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہ ہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے، ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بنو"(الانعام 153:6)---- تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

اور جب معروف کی طرف بلانا فتنہ سمجھا جائے اور جب سازشوں اور ساز باز کو بے نقاب کیے جانے کو خیالی موشگافیاں قرار دیا جائے، واضح اور کھلی دلیل کے ساتھ اسلامی سیاسی نظام ہائے حیات کی بات کو محض گفتگو اور خواب سمجھا جائے اور دوسروں کو اس مصلحت پسندی، بیجا خون کے ضیاع سے اپنی وحدت کی بربادی سے خبردار کرنے پر جب صاحب بصیرت داعی الی اللہ کا اکابرین کے بہرے کانوں سے واسطہ پڑے جو جھوٹ پر گونگے بنے رہے بلکہ اس کو حکمت اور شائستگی کہہ کر اس کی آرائش اور ستائش کی کوشش کریں اور اللہ سبحان و تعالیٰ کے فرمان سے روگردانی کے مرتکب ہوں کہ : ﴿وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ "اور اس فتنہ سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہو گا جو تم میں سے گنہگار ہیں۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"(الانفال 8:25)------ تو پھر جان لیجیے کہ اس انقلاب نے اپنی منزل کی جانب جانے والے رستے سے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

اے بلاد لشام کے صابر مسلمانو!---- دراڑیں بڑھتی جا رہی ہیں، انقلاب کی کشتی اپنی منزل کھونے جا رہی ہے اور دشمنوں کی چالوں کے سمندر میں گم جانے کے خدشے سے دوچار ہے۔ اللہ کی قسم اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ سے مخلص ہو کر اس امر کے لیے کام کریں، اس کی مضبوط رسی تھام لیں اور کفار سے جڑی تمام رسیاں کاٹ دی جائیں۔

خون بہہ چکا، قربانیاں پیش کی جا چکیں، گھر تباہ ہوئے، بچے یتیم ہوئے، خاندان کے خاندان ہجرت پر مجبور ہوئے، عزتیں مجروح ہوئیں، یہ سب معاملات ہمارے ہیں تو پھر کس طرح ہم کسی کو اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ ان کا قربانیوں کا سودا کر دے؟ اس سب کے بعد بھی کیا ہم دوبارہ کفر، ظلم وفجور کی حکمرانی قبول کریں گے؟! کیا اس سب کو بے معنی قرار دے دیا جائے پھر سے اسی ذلت آمیز زندگی کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے جس کی تشہیر ہمارا دشمن

اپنے مہلک سیاسی حل کی شکل میں بڑے آب و تاب سے کررہا ہے جس کے خدوخال تفصیلاً بیان کیے جارہے ہیں اور جس ظلم اور سفاکی کے یہ خود ذمہ دار ہیں لیکن باور یہ کرارہے ہے کہ ان سانحات کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟ یا پھر ہم اس حق پر سختی سے کھڑے رہیں جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمارے لیے نازل کیا اور جس کو انقلاب کے اولین دنوں سے اعلی الاعلان اور بر ملاء اظہار کرتے رہے کہ "ہمارا قائد، ہمیشہ کے لیے صرف محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں؟ پوری دنیا کے سامنے اعلان کیا یہ انقلاب اپنے ان تمام اہداف ومقاصد، جن میں ہمارے رب بزرگ وبرتر کی رضا پنہاں ہے، کے حصول تک جاری رہے گا جو کہ **اولاً** موجودہ نظام اور اس کی تمام علامات اور سہاروں کے تبدیلی، **ثانیاً** رسول اللہ ﷺ کے منہج پر خلافت کا قیام اور **ثالثاً** کافر ریاستوں کی بالادستی اور مداخلت کا خاتمہ ہے۔

اے مسلمانانِ شام! جی ہاں یہ سچ تلخ ہے مگر اس سچائی کو سمت کی درستگی کے لیے بنیاد بن جانا چاہیے بلکہ اس سچ کو بلاد الشام میں اپنی عظیم تر قربانیوں کو ان گراں بہا ذمہ داریوں کا پیش خیمہ بننا چاہیے۔ چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے لازم ہے کہ ہم ان چوروں کو اپنے اس مقدس انقلاب کو چرانے اور ہماری قربانیوں کو فروخت کرنے سے روک دیں۔ ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، اکھٹے ہی تیریں گے اور اگر ڈوبے تو اکھٹے ہی ڈوبیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَثَلُ القَائِمِ في حُدُودِ اللَّهِ والْوَاقِعِ فيها، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا على سَفِينَةٍ، فأصَابَ بَعْضُهُمْ أعْلاهَا، وبَعْضُهُمْ أسْفَلَهَا، فَكانَ الذي في أسْفَلِهَا إذَا اسْتَقَوْا مِنَ المَاءِ مَرُّوا علَى مَن فَوْقَهُمْ، فَقالوا: لو أنَّا خَرَقْنَا في نَصِيبِنَا خَرْقًا ولَمْ نُؤْذِ مَن فَوْقَنَا؟ فإنْ تَرَكُوهُمْ وما أرَادُوا هَلَكُوا وهلكوا جَمِيعًا، وإنْ أخَذُوا علَى أيْدِيهِمْ نَجَوْا ونَجَوْا جَمِيعًا»** "اللہ کی حدود کا لحاظ کرنے والوں اور پامال کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو ایک کشتی میں قرعہ ڈال کر کچھ اوپر کے حصے میں جگہ پاتے اور کچھ نچلے حصے میں۔ جب نیچے والوں کو پانی چاہیے ہوتا ہے تو وہ اوپر والوں کے پاس سے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ ہم کشتی کی تہہ میں پانی کے حصول کے لیے سوراخ کرلیں اس طرح اوپر والوں کو تکلیف نہیں دینی پڑے گی۔ اور اگر اوپر والوں نے نیچے والوں کو جیسا انھوں نے سوچا تھا کرنے دیا تو دراصل دونوں کو تباہ کرنے کا باعث بنے گا اور اگر ان کو اس سے منع کر دیا تو دونوں کو بچانے کا باعث بنے گا" (بخاری)۔

اللہ کے وعدہ پر بھروسہ رکھیں اور اپنے نبی آخر زمان ﷺ کی طرف سے دی گئی خوش خبری پر بھروسہ رکھیں، اور یہ جان رکھیے کہ فتح تو صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے ہے

بے شک آج کی اہم ترین ذمہ داری طریقہ کی درستگی، اکابرین کو سدھارنا، فاسقین کا محاسبہ، مجرم عناصر کی سرکوبی، منتشر دھڑوں کی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے مستنبط واضح لائحہ عمل پر جمع ہونا، ایسا لائحہ عمل جو محض منصوبہ ساز محفلوں کی پیداوار نہیں اور نہ ہی یہ کسی مغربی ممالک کی مدد کے تحت ہو اور نہ ہی یہ کسی کے ذاتی مفاد سے پراگندہ ہو بلکہ یہ ایسا لائحہ عمل ہو جو اس خون خرابے کو بند کر دے، عزتوں کو محفوظ کردے اور امت کو کافر مغرب کی غلامی کے طوق سے نجات دلادے۔ یہ عظیم کام جس کی طرف ہم حزب التحریر میں موجود آپ کے بھائی، آپ کو دعوت دیتے ہیں دراصل نبوت کے منہج پر خلافتِ راشدہ کا قیام ہے۔ اے ہمارے شام کے لوگوں، ہمارے مجاہدین بھائیوں، ہم اب بھی آپ کی بیداری اور آگاہی پر اور آپ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خلوص، جاں نثاری اور میدان میں ثابت قدمی پر انحصار کررہے ہیں کیونکہ آپ ہی اس معرکہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، جس طرف آپ کا جھکاؤ ہو گا وہی حاوی رہے گا چنانچہ یہ آپ ہی ہیں جو کفار کے مکر کا سدباب کریں گے، ان کے غنڈوں کو شکست دیں گے، اسلام کے عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنائیں گے اور حاملین دعوۃ کو فتح وکامرانی سے ہمکنار کرائیں گے۔

چنانچہ اے مسلمانوں ہم آپ کو پکارتے ہیں ایسا کام کے لیے جو اس دنیا اور آخرت میں فخر کا باعث ہو یعنی نبوت کے نقش قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کی طرف، عنقریب ہونے والی اللہ بزرگ وبرتر کی نصرت اور فتح کی طرف، اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمانوں کی وسعت کے مثل ہے اور سب سے بڑھ کر تو اللہ العزیز الوہاب کی خوشنودی کی طرف۔

تو پھر اللہ کے وعدہ پر بھروسہ رکھیں اور اپنے نبی آخر زمان ﷺ کی طرف سے دی گئی خوش خبری پر بھروسہ رکھیں، اور یہ جان رکھیے کہ فتح تو صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر صرف اسی سے فتح کے طلبگار بنیں کہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

بقیہ صفحہ 2 پر

ہسپتالوں کی تباہی کے بعد خواتین کے سروں پر اور کیا تباہی گرے گی؟!

پریس ریلز

15 نومبر سے محصور شہر حلب پر روسی طیاروں اور بشار کی افواج کی جانب سے شروع کی جانے والی فضائیہ اور توپ خانے کی بمباری میں اب تک 350 افراد ہلاک اور 1800 افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ یہ اعداد و شمار شام کے طبی ذرائع نے مرتب کیے ہیں۔

املاک کی تباہی اور عمارتوں کو ڈھانے کا عمل اس قدر وسیع پیمانے پر ہوا کہ تمام رہائشی علاقے اور انسانی ضروریات کی اشیاء صفحہ ہستی سے مٹا دیں گئیں لیکن اس شیطانیت سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے صلیبی اتحاد نے صوبے کے دیگر علاقوں میں موجود ہسپتالوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا گیا ہے۔ اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ حلب کی حدود میں موجود ہسپتال ختم ہو چکے ہیں کیونکہ انہیں ایک منظم طریقے سے بمباری کا نشانہ بنایا گیا تاکہ وہ ان ہزاروں معصوموں کو طبی امداد فراہم نہ کر سکیں جو روز کی بمباری کا نشانہ بنتے ہیں۔ ان وحشیوں کی درندگی میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ اب انہوں نے دوسرے علاقوں میں موجود ہسپتالوں کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ سیریا واچ اور دوسری تنظیمیں جو امدادی کاموں میں معاونت فراہم کرتی ہیں، نے یہ کہا ہے کہ ادلب میں جنگی طیاروں نے زچگی (میٹرنیٹی) ہسپتال کو نشانہ بنایا ہے جس کی وجہ سے وہاں ان کا کام رک گیا ہے۔

شامی شہری دفاع کی تنظیم وائٹ ہیلمٹس نے بتایا کہ وہ حلب میں ڈاکٹرز اور دوسرا عملہ بمباری خصوصاً ہسپتالوں پر بمباری کے بعد بچ جانے والے سازوسامان کے ساتھ اپنی استعداد کے مطابق علاقے میں فوری طور پر متبادل قائم کیے گئے ہسپتالوں میں طبی امداد فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ مشرقی حلب کے محصور رہائشیوں کے پاس صرف دس دن کا امدادی سامان بچا ہے جس کے بعد وہ بھوک اور موت کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ خواتین تباہ شدہ بازاروں میں ماری ماری پھرتی ہیں تاکہ اپنے بچوں کے لیے خوراک حاصل کر سکیں جس کا حصول انتہائی دشوار ہو چکا ہے کیونکہ رسد نہ ہونے کی وجہ سے غذائی اشیاء انتہائی قلیل مقدار میں اور انتہائی مہنگی دستیاب ہیں۔

شام کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے سٹیفن ڈی میستورا نے خبردار کیا کہ مشرقی حلب میں ویسا ہی قتل عام ہو سکتا ہے جیسا کہ 1991 میں کوریشیا کے علاقے "فوکوفار" (Vukovar) میں سربیا کی ملیشیاؤں نے کیا تھا۔ خبردار کرنے کے یہ اعلانات کوئی نئے نہیں ہیں اور نہ ہی پہلی بار خبردار کیا جا رہا ہے۔ مسلسل ہوتی بمباری کے ساتھ ساتھ خبردار کرنے کے اعلانات بھی سامنے آتے رہتے ہیں اور خبردار کرنے کے اعلانات اور مذمتی بیانات اس بمباری کو روکنے میں ناکام ہیں۔ درحقیقت کئی مہینوں سے ہونے والی بمباری اور ہسپتالوں کو نشانہ بنانے کے بعد اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری بان کی مون نے ہسپتالوں پر حملوں اور خوفناک ہتھیاروں کے استعمال کو "جنگی جرم" قرار دیا اور کہا کہ معاملہ "مذبح خانے سے زیادہ بدتر" ہے۔

اسی دوران نیویارک ٹائمز نے بتایا تھا کہ تقریباً ایک لاکھ بچے حلب کے جنگ زدہ علاقوں میں محصور ہیں جس کا مطلب ہے کہ تقریباً ڈھائی لاکھ لوگ شہر کے جنگ زدہ علاقوں میں محصور ہیں۔ اور یہی وہ وقت تھا جب اس قسم کے مناظر معمول بن گئے جن میں حلب کے بچوں کو تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے سے کٹے پھٹے لباس اور دھول زدہ چہروں کے ساتھ نکالا جا رہا ہوتا ہے۔

دنیا کے سامنے کئی سالوں سے مسلسل اور بار بار شام کے مسلمانوں کے تباہی و بربادی دہرائی جا رہی ہے لیکن اس کے حکمران مذمتی بیانوں اور اس دھمکی سے آگے نہیں بڑھتے کہ وہ شامی سانحے کو سلامتی کونسل میں لے جائیں گے تاکہ وہ اس معاملے کو بار بار تاخیر کا شکار کر سکیں۔ اور ایسے دیکھا یا جاتا ہے جیسے اقوام متحدہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے جہاں وہ اس معاملے پر اپنی صلاحیتیں بنا کسی تھکاوٹ کے لگائے چلے جا رہے ہیں!! اگر وہ اپنے خبردار کرنے کے اعلانات کے لہجے کو بھی تبدیل کر لیں تب بھی وہ صرف ایک دوسرے سے ملاقاتوں کے لیے درخواست ہی کر رہے ہوتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے حال ہی میں فرانس نے اعتدال پسند شامی اپوزیشن کی حمایت اور مالی معاونت کرنے والے ممالک کا اجلاس بلانے کو کہا۔ یا پھر وہ ایسے بیانات دیتے ہیں جیسے اب سے کچھ دیر پہلے تک وہ اس معاملے کو جانتے ہی نہیں تھے جیسے کہ جرمن چانسلر انجیلا مارکل نے کہا تھا کہ شامی حکومت جان بوجھ کر ہسپتالوں اور طبی اداروں کو نشانہ بنا رہی ہے۔

ان میں وہ آہنی ہاتھ اور قوت کہا ہے؟!! اعداد و شمار ایسے بڑھ رہے ہیں جیسے بڑے پیداواری اداروں کے شیئرز جہاں سرمایہ کار اپنے منافع کا اعلان کرنے میں جلدی کرتے ہیں کہ دوسرے سے پیچھے نہ رہ جائیں اور یہ منافع شام میں ہمارے بچوں، عورتوں اور ہمارے لوگوں کا خون ہے۔ مسلسل شدید بمباری میڈیا میں روز کی خبر ہے جبکہ دو لاکھ پچھتر ہزار سے زائد شہری

مصائب کا سامنا کررہے ہیں جو چاروں جانب سے مسلسل دہشت اور جنگ کے ماحول میں رہ رہے ہیں جہاں وہ جنگی جہازوں کی دھاڑتی آوازیں سنتے ہیں اور آسمان ایک گھنٹے کے لیے بھی ان کے وجود سے پاک نہیں رہتا۔ وہ جنگی طیارے اونچی اور نیچی پروازیں کرتے ہوئے آتے ہیں جو اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ بیرل بموں کی بمباری دوبارہ شروع اور تباہی و بربادی، بکھرے انسانی اعضاء اور معصوم بچوں کے پاک خون کے بو پھیلنے والی ہے۔

اہم مغربی ممالک کی جانب سے جاری ہونے والے یہ تمام بیانات اور مذمتیں ایک شخص کو یہ سوچنے پر مجبور کردیتے ہیں کہ شاید مجرم دور خلا میں کسی جگہ رہتے ہیں یا انہوں نے سلیمانی ٹوپی پہن رکھی ہے کہ وہ نظر ہی نہیں آتے۔ یہ خالی بیانات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ ریاستیں معصوم بچوں اور عورتوں کی تباہ حالی، بربادی اور ہلاکتوں پر صرف مگرمچھ کے آنسو بہارہی ہیں، جو استعماری جنگ کی وجہ سے اپنی زندگیاں ہار چکے ہیں اور یہ جنگ اس وقت تک چلتی رہے گی جب تک مخلص انقلابی موجود ہیں جو اپنی سرزمین پر مغرب کی مداخلت کو مسترد اور اپنے منصوبے کو بیچنے اور اس سے دستبردار ہونے سے انکار کرتے رہیں گے تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام بلند کیا جائے۔

شام کی خواتین اس بات کا انتظار نہیں کررہی ہیں کہ دنیا انہیں عالمی دنوں پر یاد کرے گی اور وہ یہ گنتی کریں گے کہ کتنی خواتین تشدد یا بمباری سے ہلاک ہوئیں یا یہ کہ کتنی خواتین بے گھر یا گرفتار ہوئیں۔ کیا ان کی صورتحال تبدیل ہوئی جبکہ دنیا یہ جانتی تھی کہ انقلاب شروع ہونے کے بعد سے اب تک تقریباً تیس ہزار خواتین اس جدوجہد اور جنگ میں ہلاک ہو چکی ہیں؟! اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ تمام باتیں صرف اس حد تک محدود ہیں کہ آیا یہ اعداد و شمار سچے اور کس حد تک درست ہیں اور اعداد و شمار کی سچائی پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں!!

تو اب اے مسلمانوں، علماء اور افواج! کامیابی صرف اللہ ہی جانب سے آتی ہے اور وہ ان لوگوں کے لیے آتی ہے جو اپنے قول و فعل کے ذریعے اللہ کے کام کی حمایت کرتے ہیں۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد (کامیابی کے ساتھ) کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا" (محمد: 7)

طاقت و مضبوطی ان حکمرانوں کے پیچھے کھڑے رہنے سے نہیں آئے گی جو صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا غضب حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ طاغوت کی بنیاد پر حکمرانی کرتے ہیں۔ طاقت و مضبوطی رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر چلنے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش سے آتی ہے جب اللہ کی شرع کے مطابق حکمرانی کی جائے اور اس کے احکام نافذ کیے جائیں جنہیں اللہ نے ہمارے لیے چن اور انہیں مکمل کردیا۔ اور ایسا نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ کے قیام اور اس کے ذریعے اسلامی طرز زندگی کے احیاء سے ہو گا تاکہ دنیا کے ہر کونے تک انصاف پہنچ جائے۔

29 صفر 1438 ہجری بمطابق 29 نومبر 2016

شعبہ خواتین، مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

بقیہ صفحہ 13 سے

یہ استعماری حکومتوں کی گھبراہٹ کو ظاہر کرتا ہے جس کی وجہ مسلم علاقوں میں اسلامی نظام کے لیے بڑھتی ہوئی حمایت ہے، اور یہ نوجوانوں میں بھی عروج پر ہے۔ انہوں نے اس ایجنڈے کے لیے ہر قسم کے جھوٹ اور دھوکے کا سہارا لیا ہے، جیسا کہ اسلامی عقائد کو ماننے اور اسلامی تاریخ کو مذہبی عدم برداشت کی وجہ قرار دینا۔ وہ اس حقیقت کو چھپاتے ہیں کہ مغربی اور مشرقی سیکولر ریاستیں مذہبی عدم برداشت کے طوفان کا شکار ہیں اور مذہب اور نسل کی بنیاد پر نفرت آمیز جرائم ان کے معاشروں میں عروج پر ہیں جس کی وجہ ان کی نسل اور وطن پرست عقائد ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی ریاستِ خلافت کے زیر سایہ غیر مسلموں کو اعلیٰ سطح کا تحفظ حاصل تھا، وہ خوشحال تھے اور خلافت کی مذہبی رواداری کی تاریخ کسی بھی دوسری ریاست سے بہت زیادہ تھی۔

ہم پاکستان کے مسلمانوں کو پکارتے ہیں کہ وہ مسلمان نوجوانوں کے اس آزادانہ ذہنی نسل کشی کو مسترد کر دیں اور نبوت کے طریقے پر خلافت کے فوری اور دوبارہ قیام کی حمایت کریں، جو ایک ایسا تعلیمی نظام نافذ کرے گی جو کہ مثالی اسلامی شخصیات تعمیر کرے گا، اور بشمول سائنس اور ترقی کے تمام علوم کے ہر شعبہ میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔

استعماری مغرب جھوٹی مذہبی رواداری کو برقرار رکھنے کی آڑ میں پاکستان کے تعلیمی نصاب سے اسلام کا نام و نشان بھی مٹا دینا چاہتا ہے

پریس ریلیز

جمعہ 16 ستمبر 22 نومبر کو پاکستانی میڈیا نے یو ایس کمیشن کی جانب سے بین الاقوامی مذہبی آزادی (یو ایس سی آئی آر ایف) کی رپورٹ شائع کی جس کا عنوان تھا ، "پاکستان میں عدم برداشت کی تعلیم - پبلک اسکولوں کی نصابی کتابوں میں مذہبی تعصب" ۔ نام نہاد 'مذہبی رواداری' کے نام پر رپورٹ نے سفارش کی کہ نصابی کتب سے اس اصرار کا خاتمہ کیا جائے کہ اسلام "واحد درست" مذہب ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ کتابوں کے اندر جنگ اور مشہور جنگی شخصیات، خاص طور پر محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی اسلامی فتح کا بڑھا چڑھا کر ذکر کیا جاتا ہے۔ اس رپورٹ میں تعلیمی نصاب کے اندر مخصوص اسلامی عقائد کے ذکر پر بھی اعتراض کیا گیا ہے؛ اعتراض کا باعث بننے والی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مثال یہ دی گئی کہ یہ کہا جاتا ہے کہ "دینِ اسلام، ثقافت اور معاشرتی نظام غیر مسلموں سے مختلف ہے۔۔۔"۔ رپورٹ نے سفارش کی کہ مذہبی آزادی سے متعلق بین الاقوامی اصولوں کی جھلک بھی نصابی کتب کے مندرجات میں نظر آنی چاہیے اور کوئی بھی ایسا مواد نہیں پڑھایا جانا چاہیے جو کسی بھی ایک مذہب کی قیمت پر دوسرے کا نام روشن کرے۔ رپورٹ میں یہ سفارش بھی کی گئی کہ نصاب کو تعمیری حب الوطنی کی ترویج کرنی چاہیے اور نصابی کتابوں میں تمام مذہبی اقلیتوں کے ہیروز شامل کیے جانے چاہئیں۔

پاکستان کا تعلیمی نصاب پہلے ہی سیکولر بنیاد پر قائم ہے، جبکہ اسلام اور اسلامی تاریخ محض معلومات اور باقی مضامین کی طرز پر پڑھایا جاتا ہے جس کا پاکستان کے مسلمانوں کی ثقافت اور ورثہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

لہٰذا اس طرح کی تعلیم طلباء کی اسلامی سوچ اور رویوں کی تعمیر میں کوئی زیادہ اثر انداز نہیں ہوتی ہے، ان میں

> **فلسطین، اردن، الجیریا، مراکش اور بنگلہ دیش سے اسلام کو نظامِ تعلیم سے نکالنا اور مزید سیکولر بنانے کی کوششوں میں پچھلے چند ماہ سے تیزی آگئی ہے۔**

سے بہت سے سیکولر اندازِ تعلیم کی وجہ سے اسلامی عقائد کو اپنی زندگیوں سے غیر متعلق اور دقیانوسی سمجھتے ہیں۔ مزید برآں، پاکستان میں نظام تعلیم مستقل مغربی استعماری حکومتوں اور اداروں کے ہاتھوں خلافِ اسلام ایجنڈوں اور پروگراموں کا شکار رہا ہے، جنھوں نے حالیہ سالوں میں اپنی "دہشتگردی کے خلاف جنگ" میں تیزی پیدا کر دی ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف کے مطابق ان کی نام نہاد "مذہبی عدم برداشت کی مثالیں" جن کا ذکر 2011 میں شائع ہونے والی ان کی ایک سابقہ رپورٹ "نقطے ملانا- پاکستان میں تعلیم اور مذہبی امتیاز" میں کیا گیا تھا، ان میں سے اکثر کو پہلے ہی مقامی حکام درسی کتب میں سے نکال چکے ہیں۔

یہ واضح ہو چکا ہے کہ مغربی استعماری حکومتیں اسلام آباد میں موجود اپنی تابعدار غلام حکومتوں کے ساتھ ملی بھگت کر کے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گی جب تک پاکستان کے نصابِ تعلیم سے اسلام کا نام و نشان نہ مٹا دیں۔ ان کی اس سیکولر صلیبی مہم کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کے دماغوں پر قبضہ کرنا ہے، بالکل اس طرح سے جس طرح انہوں نے مسلم علاقوں پر قبضہ کیا، تاکہ وہ علاقے پر اپنا راج برقرار رکھیں اور مغرب کے فائدے والی قیادت اور حکومتیں قائم رکھ سکیں۔ وہ ہمارے بچوں سے اپنی اسلامی شناخت کا فخر، ان کا شاندار اسلامی ورثہ، اور ان کے دین سے متعلق یہ حق کہ یہ انسانیت کے لیے بہترین نظام ہے چھین لینا چاہتے ہیں، ساتھ ساتھ ان کے اندر بدعنوان سیکولر ثقافت ٹھونس دینا چاہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہماری نوجوان نسل جس طرزِ زندگی میں پھنس جائے گی وہ نشے، شراب، ناجائز تعلقات اور جرائم سے بھرا وہ طاعون ہے جس نے پہلے ہی مغربی ریاستوں کو اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے۔ یقیناً مسلمان علاقوں جیسا کہ فلسطین، اردن، الجیریا، مراکش اور بنگلہ دیش سے اسلام کو نظامِ تعلیم سے نکالنا اور مزید سیکولر بنانے کی کوششوں میں پچھلے چند ماہ سے تیزی آگئی ہے۔

بقیہ صفحہ 12 پر

بڑی طاقتوں کے ساتھ اتحاد سلامتی نہیں بلکہ غلامی کا باعث بنتا ہے

تحریر: عبدالمجید بھٹی

جب کبھی پاکستان اور امریکہ کے درمیان تعلقات تیزی سے گرنے لگتے ہیں تو پاکستان کی حکمران اشرافیہ روس یا چین کے ساتھ تعلقات کو بڑھانے کے لیے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ کئی بار امریکہ کے علاوہ کسی دوسری بڑی طاقت کے ساتھ تعلقات کو بڑھانا محض دکھاوا ہوتا ہے اور کئی بار پاکستان کی حکمران اشرافیہ یہ عمل پاکستان کی سلامتی کے تحفظ کے لیے امریکہ سے کچھ مراعات حاصل کرنے کی امید پر کرتی ہے۔

بڑی طاقتوں کے ساتھ پاکستانی قیادت کے اس برتاؤ کی مکمل طور پر پیش گوئی کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کی حکمران اشرافیہ کی نزدیک بڑی طاقتوں کے ساتھ اتحاد بھارت کے مقابلے میں اپنی سلامتی کے حوالے سے درپیش خطرات کو کم کرنے یا ختم کرنے کے لیے لازمی ہے۔ کئی دہائیوں سے پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت برصغیر پاک و ہند میں بڑی طاقتوں کی سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مکمل رضامندی سے ان کی یرغمال بنتی چلی آرہی ہے۔

سوچ کے اس انداز کی جڑیں بڑی مضبوطی سے حقیقت پسندی کے تصور میں پیوست ہیں اور آج کی بین الاقوامی سیاست میں سوچ کا یہی انداز کارفرما ہے۔ حقیقت پسندی کے مطابق دنیا میں ہر وقت افراتفری کی صورتحال رہتی ہے اور کسی بین الاقوامی اختیار و اقتدار کی غیر موجودگی میں تمام قومی ریاستیں اپنی سلامتی کے تحفظ کی خود ذمہ دار ہیں۔ اس طرح کچھ ریاستیں دوسری ریاستوں سے فوجی لحاظ سے بہت زیادہ طاقتور ہوتی ہیں اور یہ صورتحال طاقتور اور کمزور ریاستوں کے درمیان سلامتی کے حوالے سے عدم توازن کو پیدا کرتی ہے۔ بڑی طاقتوں کو سلامتی کی اس صورتحال سے

> پاکستان کی حکمران اشرافیہ حقیقت پسندی کے سحر میں مبتلا ہے اور اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ کسی ایک بڑی طاقت کے ساتھ اتحاد بھارت کی جانب سے درپیش سلامتی کے خطرات سے نمٹنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

فائدہ اٹھانے سے روکنے کے لیے کمزور ریاستیں بڑی طاقتوں کی حمایت کے حصول کی کوشش کررہتی ہیں تاکہ سلامتی کے حوالے سے عدم توازن کی صورتحال کو توازن کی صورتحال سے تبدیل کیا جاسکے۔ عملی طور پر بڑی طاقتیں کمزور ریاستوں کو سلامتی و تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنی حمایت مفت میں فراہم نہیں کرتیں بلکہ اس کی بھاری قیمت وصول کرتی ہیں۔

1947 میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے آج تک پاکستان کی حکمران اشرافیہ نے بھارت کی فوجی طاقت، وسیع معیشت اور بڑی آبادی کو خوف کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان موجود اس عدم توازن کی وجہ سے پاکستان کی حکمران اشرافیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ پاکستان کی بقاء کا انحصار امریکہ سے قریبی تعلقات پر ہے۔ جبکہ دوسری جانب بھارت اپنی منافقانہ غیر جانبداری کے باوجود سوویت یونین سے مضبوط فوجی تعلقات کے لیے کام کرتا رہا تاکہ پاکستان کے امریکہ کے ساتھ تعلقات کا مقابلہ اور چین کے خطرے کو محدود کرسکے۔

چین کے نقطہ نظر سے پاکستان کی معاشی و فوجی مدد کرنا پاکستان کو مضبوط کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہے اور بھارت کو مغربی سرحد پر سلامتی کے حوالے سے موجود خطرات میں مصروف رکھنے کا بھی طریقہ ہے۔ لہٰذا برصغیر پاک و ہند میں طاقت کے توازن کا کھیل حاوی ہے اور پاکستان کی حکمران اشرافیہ کی نظر میں امریکہ خطے میں امن کے لیے ایک بیرونی ضمانت کار ہے۔

امریکہ کی جانب سے سلامتی کے حوالے سے ملنے والی ضمانتوں کے عوض پاکستان کی حکمران اشرافیہ نے ملک کے دروازے امریکی استعماریت کے لیے کھول دیے اور انہیں امریکہ کی بالادستی میں کوئی مسئلہ نظر نہیں آتا۔ امریکہ نے اپنے قومی مفاد کے تحفظ کے لیے مسلسل پاکستان کو استعمال بلکہ اس کا

استحصال کیا۔ پہلے امریکہ نے سوویت یونین کو افغانستان میں شکست دینے کے لیے استعمال کیا اور دوسری بار 11 ستمبر 2001 کے بعد امریکہ نے پاکستان کی افغانستان میں اسٹریٹیجک گہرائی کو کاٹ ڈالا، اس کی فوج کو عسکریت پسندوں سے لڑنے پر مجبور کر کے کمزور کیا اور پاکستان کی افغانستان اور بھارت کے ساتھ موجود دونوں سرحدوں کو خطرناک بنادیا اور پاکستان آرمی کو دونوں محاذوں پر مصروف کر کے بھارت کے خلاف اس کی فوجی صلاحیت کو محدود کر دیا۔ تیسری بات یہ کہ امریکہ نے بھارت کے ساتھ تعلقات کو مضبوط تجارتی تعلقات، ایٹمی معاہدے اور نیوکلیئر سپلائر گروپ میں اس کی شمولیت کی حمایت کر کے مضبوط کر لیا۔ آج امریکہ کا یہ ہدف ہے کہ بھارت کو استعمال کر کے چین کی طاقت کو محدود کر دے۔

لیکن امریکہ کی جانب سے بھارت کی کھلی حمایت اور پاکستان کے لیے ناپسندیدگی کے باوجود پاکستان کی حکمران اشرافیہ نے اب بھی امریکہ کو ہی گلے لگایا ہوا ہے جبکہ ایک چھوٹی اقلیت روس اور چین کے ساتھ تعلقات کی حامی ہے۔ اگر پاکستان اور بھارت کے درمیان توازن کو برقرار رکھنے کے ضامن کی حیثیت امریکہ کی جگہ روس اور چین لے بھی لیتے ہیں تو بھی اس بات کے واضح شواہد موجود ہیں کہ اس کے لیے روس اور چین اسلام آباد سے بھاری قیمت وصول کریں گے۔

پاکستان کی حکمران اشرافیہ حقیقت پسندی کے سحر میں مبتلا ہے اور اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ کسی ایک بڑی طاقت کے ساتھ اتحاد بھارت کی جانب سے درپیش سلامتی کے خطرات سے نمٹنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس سوچ میں پھنسی پاکستان کی حکمران اشرافیہ کے لیے ناممکن ہے کہ وہ اپنی پچھلی بے وقوفانہ غلطیوں کو دیکھ سکے اور پاکستان کے عوام کو امریکہ کی بالادستی سے نجات دلا سکے۔

> اگر حقیقت پسندی کی منطق چلتی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نومولود اسلامی ریاست کی سلامتی کو درپیش خطرات کو کم کرنے کے لیے کسی ایک بڑی طاقت سے اتحاد کی کوشش کرتے۔ لیکن اس کی جگہ ابو بکر نے ایک ساتھ دونوں بڑی طاقتوں سے لڑائی لڑی

حقیقت پسندی کوئی آفاقی سوچ نہیں کہ جس کو مسترد نہ کیا جاسکتا ہو۔ اقوام جو درست نظریہ حیات (آئیڈیالوجی)، صحیح ارادے اور مخلص قیادت کی حامل ہوں وہ بڑی طاقتوں پر قابو پاسکتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد مدینے سے نئی ابھرنے والی اسلامی ریاست اندرونی کھینچا تانی اور بغاوتوں کا شکار ہوگئی تھی جبکہ بیرونی سلامتی کو رومیوں اور ایرانیوں سے شدید خطرات لاحق تھے۔ اس کے علاوہ اسلامی ریاست اس وقت کی بڑی طاقتوں کے مقابلے میں معاشی اور فوجی لحاظ سے کمزور بھی تھی۔ اگر حقیقت پسندی کی منطق چلتی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نومولود اسلامی ریاست کی سلامتی کو درپیش خطرات کو کم کرنے کے لیے کسی ایک بڑی طاقت سے اتحاد کی کوشش کرتے۔ لیکن اس کی جگہ ابو بکر نے ایک ساتھ دونوں بڑی طاقتوں سے لڑائی لڑی اور بل آخر اسلام اور اسلامی ریاست نہ صرف باقی رہے بلکہ پہلے سے زیادہ تیزی سے پھیلتے چلے گئے۔

آج پاکستان مدینہ میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست سے اپنی آبادی اور طاقتور اسلحے کے لحاظ سے بہت آگے ہے لیکن ان قائدین کے ہاتھوں میں قید ہے جو حقیقت پسندی کے یرغمالی اور بڑی طاقتوں کے غلام ہیں۔ یہ صورتحال صرف نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے ہی ختم ہوسکتی ہے، جہاں قائدین اسلام کے غلام، عوام کے خادم اور بڑی طاقتوں کو کاٹ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔

امریکہ کے سیاسی اثر ورسوخ میں زوال

تحریر: انجینئر تیمور

جیسے ہی 9 نومبر 2016 کو امریکی صدارتی انتخابات کا غیر متوقع نتیجہ سامنے آیا، سیاستدانوں اور دانشوروں کی طرف سے آراء کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ امریکہ میں اشرافیہ کے مقابلے میں عام عوام کے اندر تقسیم کبھی اتنی واضح نہ تھی۔ اگرچہ جہاں تک آئیڈیولوجی (نظریہ حیات) کا تعلق ہے تو نئی امریکی انتظامیہ کی پالیسیاں بھی اگر زیادہ نہیں تو اتنی ہی سرمایہ دارانہ ہوں گی جتنی پچھلی حکومت کی تھی لیکن انتخاب کے نتائج اس بات کی واضح نشاندہی کرتے ہیں کہ امریکی عوام نے status quo (صورتحال کو برقرار رکھنے) برقرار رکھنے والی قوتوں کو مسترد کر دیا ہے اور سرمایہ درانہ نظام پر اُن کا اعتماد کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ یہ نتائج اس بات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ امریکہ کے عوام کی رائے عامہ بین الاقوامیت internationalism کے خلاف ہے۔

جیسے جیسے منتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اپنی ٹیم کا انتخاب کر رہے ہیں، ہم ان نو منتخب ارکان کی آراء کا مطالعہ کر سکتے ہیں جن آراء پر یہ ارکان سالوں سے قائم ہیں۔ ہم اس نئی انتظامیہ سے سرمایہ داریت کو نافذ کرنے کے اسلوب میں تبدیلی ہوتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں اور ساتھ ساتھ کئی بنیادی مسائل پر اِس انتظامیہ کی خاص توجہ کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں جن میں سے ایک مخصوص معاملہ "بنیاد پرست اسلامی دہشتگردی" یا سادے الفاظ میں اسلام ہے۔

یہ صورتحال ہمیں ایک موقع فراہم کرتی ہے کہ ہم مغربی معاشروں کے اندر موجودہ حکومتوں اور لبرل سرمایہ داریت کے بارے میں پائی جانے والی رائے عامہ، اس رائے عامہ کی وجہ سے مغربی حکمرانوں بالخصوص امریکی حکمرانوں کی جانب سے اپنائے جانے والے اسلوب پر بات کریں۔ مزید برآں، دنیا کے لیے ایک متبادل نظام کی ضرورت اور پاکستان میں طاقت رکھنے والے لوگوں کے بارے میں بھی بات کریں جو اس متبادل کو دنیا کے نقشے پر حقیقت کا روپ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

> سویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور اور رہنما ریاست (leading state) بن گیا۔ اس کے پاس یہ طاقت تھی کہ یہ دنیا کے لیے ایک نیا ورلڈ آڈر بنائے جس کی وجہ سے اسے دنیا بھر میں تیزی سے اپنا اثر ورسوخ اور سیاسی غلبہ بڑھانے میں مدد ملی

امریکہ کے سیاسی اثر ورسوخ اور لبرل سرمایہ داریت پر اعتماد میں کمی کا رجحان:

سویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور اور رہنما ریاست (leading state) بن گیا۔ اس کے پاس یہ طاقت تھی کہ یہ دنیا کے لیے ایک نیا ورلڈ آڈر بنائے جس کی وجہ سے اسے دنیا بھر میں تیزی سے اپنا اثر ورسوخ اور سیاسی غلبہ بڑھانے میں مدد ملی۔ یہ وہ وقت تھا جب فرانسس فوکویامہ جیسے مفکرین نے اس طرح کی آراء دیں کہ "مغربی لبرل ازم" اب ایک ابدی آئیڈیولوجی (نظریہ حیات) بن گئی ہے۔ اپنے ایک مضمون "The End of History" (تاریخ کا اختتام) جسے اس نے 1989ء میں لکھا، وہ کہتا ہے: "جو ہم دیکھ رہے ہیں یہ صرف سرد جنگ کا اختتام نہیں اور نہ ہی جنگ کے بعد کی ایک خاص مدت کا گزر جانا ہے، بلکہ یہ ایک طرح سے تاریخ کا خاتمہ ہے، اور بنی نوع انسان کے نظریاتی ارتقاء کا خاتمہ ہے اور مغربی لبرل جمہوریت کا، عالمگیری انداز میں، انسانی حکومت کی آخری شکل کے طور پر قائم ہونا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خارجہ امور سے متعلقہ سالانہ خلاصوں کے صفحات بھرنے کے لیے اب کوئی واقعات نہیں ہوں گے۔ کیونکہ لبرل ازم کی فتح خیالات یا شعور کے دائرے میں ہوئی ہے اور یہ ابھی تک حقیقی یا مادی دنیا میں نامکمل ہے لیکن اس بات پر یقین کرنے کے لیے کافی مضبوط وجوہات موجود ہیں کہ طویل مدت تک اب دنیا میں اسی مثالی نظام سے حکمرانی ہو گی"۔

کمیونسٹ روس سے فراغت کے بعد نوے (90) کی دہائی کے دوران امریکہ نے عالمی سیاست پر حکمرانی کی اور افریقی و ایشیائی ممالک پر اپنا اثر ورسوخ قائم کیا جو پہلے برطانیہ یا فرانس کے زیر تسلط تھے۔ اس دور میں امریکہ میں تکبر پیدا ہو گیا اور اس تکبر نے افغانستان اور بلخصوص عراق میں جنگ کے لیے جانے کی آگ کے لئے ایندھن کا کام دیا۔ شاید یہ افغانستان اور عراق کی یہی جنگیں ہونگی جنہیں تاریخ دان، ایک رہنما ریاست کے طور پر اکیسویں صدی پر حکمرانی کرنے کی امریکی امنگوں کے زوال کی جانب ایک اہم موڑ قرار دیں گے۔ ان جنگوں کے نتیجے میں امریکہ کے

سیاسی اثر ورسوخ میں کافی کمی واقع ہوئی۔ یہ کمی مختلف وجوہات کی بنا پر ہوئی جن میں عراق پر، بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار رکھنے کا دعوی کرنے کے لیے جھوٹ اور دھوکے پر مبنی انٹیلی جنس بنانا، بڑی تعداد میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں، قیدیوں کے انسانی حقوق کی گھناؤنی خلاف ورزیاں، افغانستان اور عراق میں آج تک عدم استحکام ہونا، وغیرہ شامل ہیں۔ اس جنگ کی مالی لاگت کا تخمینہ 1.77 بلین ڈالر لگایا گیا جو کہ ویت نام کی جنگ سے بھی دوگنا زیادہ ہے اور اگر طویل مدتی اخراجات شامل کیے جائیں تو یہ تخمینہ 6 کھرب ڈالر سے بھی تجاوز کر جاتا ہے جو اسے امریکہ کی مہنگی ترین جنگ بنا دیتا ہے۔ اگر ہم ایک تقابلی جائزہ لیں کہ کس طرح امریکہ نے افغانستان پر حملے کے لئے شروع میں اتحادی جمع کئے لیکن آہستہ آہستہ یہ اتحاد برائے نام ہی رہ گیا اور کس طرح عراق پر حملے کے لئے "coalition of willing" کی اصطلاح استعمال کی گئی جبکہ صرف تین ممالک نے اس حملے میں حصہ لیا اور اس اصطلاح پر امریکہ کا مذاق تک اڑایا گیا، اور کس طرح آج امریکہ شام میں بین الاقوامی اتفاق رائے کے ذریعے حمایت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہا، ہم امریکہ کی اپنے سیاسی منصوبوں پر عمل درآمد میں کمزوری کو بہت اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی بجائے یہ نام نہاد "مقامی اتحادیوں" پر زیادہ انحصار کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ پاکستان کو شمالی علاقوں میں آپریشن تیز کرنے کے لیے اور افغان فورسز کو افغانستان میں طالبان سے نمٹنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ شام میں یہ ایران اور روس کو اپنا غلیظ کام کرنے کے لیے گرین سگنل دے چکا ہے اور عراق میں ترکی کی افواج، کُرد اور کمزور عراقی فوج یہ کام کر رہی ہے۔ یہ پالیسی امریکہ کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔

سیاسی اثر و رسوخ میں اس زوال کے بعد ایک اقتصادی بحران نے، 2007ء سے 2009ء کے دوران، دنیا اور بلخصوص امریکہ و یورپ میں رہنما سرمایہ دار ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے انہیں شدید نقصان پہنچا۔ اس بحران کے نتیجے میں امریکہ میں بڑے پیمانے پر بے روزگاری اور آمدنی کی سطح میں کثیر کمی واقع ہوئی۔ اگرچہ حکومت نے امریکہ کو اس بحران سے باہر نکال لانے کا دعوی کیا لیکن 2014 کے آواخر اور 2015 کی ابتداء تک امریکیوں کی اکثریت اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ قوم ابھی بھی کساد بازاری یعنی (recession) میں مبتلا ہے۔ مالی عدم مساوات امریکہ میں ایک بڑا مسئلہ بن گیا جس نے " وال سٹریٹ پر قبضہ کرو" (Occupy Wall Street) جیسی تحریکوں کو جنم دیا یہاں تک کہ حالیہ امریکی انتخابی مہم میں امیدواروں کی اکثریت نے اپنی مہم میں اس مسئلے کا اظہار کیا۔ عدم مساوات کا یہ مسئلہ امریکی رہنماؤں کی مالی بدعنوانی سے منسلک ہو گیا جس نے اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ سیاسی قیادتیں حقیقتاً عوام کی بجائے ایک فیصد طبقے کی نمائندگی کے لیے حکومت کرتی ہیں۔ وال سٹریٹ پر قبضہ کرنے کی تحریک کے دوران لگایا گیا نعرہ "we are 99%" یعنی "ہم نناوے فیصد ہیں" اس حد تک پھیل گیا کہ برنی سینڈرز نے اپنی صدارتی مہم کے دوران 2015 میں اس سے متعلقہ اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جملہ استعمال کیا "اب ایک ایسی حکومت قائم کرنے کا وقت ہے جو تمام امریکیوں کی نمائندگی کرے نہ کہ صرف ایک فیصد کی"۔ یہ مظاہرے اور فسادات یورپ بھر میں بشمول برطانیہ، سپین اور یونان میں پھیل گئے۔ اس کے بعد بریگزیٹ کا حیران کن نتیجہ سامنے آیا جس میں برطانوی عوام نے لبرل سرمایہ داریت کے تصور کو سراسر مسترد کر دیا۔ لبرل معاشی پالیسیوں کو رد کرنے کی یہ لہر یورپ بھر میں پھیل رہی ہے۔ فرانس میں انتہائی دائیں بازو کی جماعت نیشنل فرنٹ کے اگلے صدارتی انتخابات کے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کا امکان ہے۔ آسٹریا میں غیر ملکیوں سے نفرت کرنے والی فریڈم پارٹی نے تقریباً صدارت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسی طرح ہالینڈ، جرمنی، بیلجیم اور ہنگری وغیرہ میں قوم پرست جماعتیں طاقتور ہو رہی ہیں۔

طبقاتی عدم مساوات سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے زیادہ متوقع نتیجہ ہے۔ یہ مظاہرے اور فسادات جو سرمایہ دارانہ نظام کے اس وصف کو عیاں کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بریگزیٹ (Brexit) کے لیے ہونے والی رائے شماری کا نتیجہ ہمیں یہ یقین دلانے کیلیے کافی ہیں کہ جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو مغربی اقوام کا اس سرمایہ دارانہ نظام کے اوپر اعتماد ہل چکا ہے۔ مغرب میں لوگ معاشی عدم تحفظ، بے روزگاری، پھیلتے ہوئے عدم مساوات اور اجرتوں کے جمود کا شکار ہیں۔ اگرچہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عوام قوم پرست سیاسی جماعتوں کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام کا متبادل حاصل کر لیں گے لیکن مغرب میں یہ اظہارِ رد، عمومی طور پر تمام حکومتی پالیسیوں پر اور خصوصی طور پر خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہو گا۔

خارجہ پالیسی کے حوالے سے امریکہ کے اندر مختلف مکاتب فکر اور ان کے اثرات:

خارجہ پالیسی کے لحاظ سے امریکی دانشوروں اور سیاستدانوں کی اپنے سیاسی نظریات کی بنیاد پر مختلف عنوانات کے تحت درجہ بندی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک گروہ، جسے neoconservatives (جدید قدامت پرست) کہا جاتا ہے، کو ہم ایک صفت کے اضافے کے ساتھ neoconservatives interventionists

(جدید قدامت پرست مداخلت پسند) کہہ سکتے ہیں جو دنیا بھر میں امریکی اثرورسوخ قائم کرنے کے لئے شدید جارحانہ براہِ راست مداخلت کی وکالت کرتے ہیں چاہے یہ بین الاقوامی اداروں اور قوانین کے ذریعے کیا جائے یا اُن کے بغیر۔ ایک اور گروہ کو Liberal internationalists(لبرل بین الاقوامیت پسند) کے طور پر جانا جاتا ہے اور ان کو liberal interventionists (لبرل مداخلت پسند) بھی کہا جاتاہے۔خارجہ امور کے بارے میں اس گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ لبرل مقاصد کے حصول کے لیے لبرل ریاستوں کو خود مختار ریاستوں میں مداخلت کرنی چاہئے۔ ایسی مداخلت فوجی حملے یا انسانی امداد دونوں صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ لیکن neoconservatives کے برعکس liberal interventionists بین الاقوامی قانونی جواز کی پرواہ کرتے ہیں۔ ان دو گروہوں کا فرق یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ liberal interventionists اقوام متحدہ کی تسلیم شدہ قرارداد، نیٹو کی منظوری یا عرب لیگ کی کسی دعوت کے پیچھے چھپی قانونی عمل داری کے ساتھ سامنے آتے ہیں جبکہ neoconservatives اتنا کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ دونوں نظریے isolationist (تنہائی پسند)، realists(حقیقت پسند) یا non-interventionist (غیر مداخلت پسند) کے خارجہ امور کے نظریئے کے برعکس ہیں۔ Non-interventionism (غیر مداخلت پسندی) خارجہ امور کا ایسا نظریہ ہے کہ ایک ریاست کی جانب سے سے دوسری ریاست کے اندرونی یا بیرونی معاملات میں اس کی مرضی کے ساتھ یا اس کی مرضی کے بغیر مداخلت نہ کرنا ۔ Non-interventionism (غیر مداخلت پسندی) کو اکثر isolationism (تنہائی پسندی) سے کنفیوژ کیا جاتا ہے لیکن یہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ پھر ایک نیا ابھرتا ہوا لیکن غیر منظم مکتبہ فکر alternative right (متبادل دائیں بازو) جسے عام زبان میں alt-right بھی کہا جاتا ہے ، 2015ء میں امریکی قومی و سیاسی منظرنامے پر سامنے آیا۔ Alt-right سے منسلک لوگ بڑے پیمانے پر امیگریشن اور غیر فطری تعلقات کی وجہ سے مغربی ثقافت کو لاحق خطرات کے حوالے سے اپنی فکرمندی ظاہر کرتے ہیں۔ Alt-right سفید قوم پرستی، اسلاموفوبیا اور تحریک نسواں کی مخالفت کے ساتھ بھی منسلک ہے۔ یہ اپنی خود کی کمیونیٹیز چاہتے ہیں جن کی آبادی انکے اپنے لوگوں پر مبنی ہو اور ان کی اپنی اقدار کی حکمرانی ہو۔ ان خیالات کے حامل افراد اکثر ہولوکاسٹ اور یہودیوں کے ساتھ ساتھ political correctness (اقلیتوں کے جذبات کا خیال رکھنے کی پالیسی) کو بھی چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ Alt-right کے ہمدردوں کے علاوہ ناقدین بھی اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ ڈونلڈ ٹرمپ کے ووٹرز بنیادی طور پر اسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔

سیاسی اثر و رسوخ میں تنزلی اور اقتصادی بحران کا امریکہ کے اندر اور دنیا بھر میں عوامی رائے عامہ پر بھرپور اثر پڑا۔ یہ اثر ، باقاعدگی سے مردہ فوجیوں کے تابوت گھر واپس آنے اور فوج میں بڑے پیمانے پر خودکشی کے رجحان کی وجہ سے مزید تقویت پکڑ تا گیا۔ یہ سیاسی اثر و رسوخ میں تنزلی امریکہ کے اندر دانشوروں میں کافی زیر بحث ہے۔ عمومی طور پر عوام اور چند اہم سیاستدانوں نے interventionism (مداخلت پسندی) کی سوچ کے بارے میں سوال اٹھانے شروع کر دیے ہیں اور جہاں تک امریکہ کے عوام کا تعلق ہے تو اکثریت کی رائے interventionism (مداخلت پسندی) سے non-interventionism (غیر مداخلت پسندی) کی جانب تبدیل ہو رہی ہے۔

- فروری 2011ء میں اس وقت کے وزیر دفاع، رابرٹ گیٹس، نے ویسٹ پوائنٹ میں کیڈٹس سے کہا کہ امریکہ کو عراق اور افغانستان جیسی دوسری جنگ کبھی نہیں لڑنی چاہیئے۔ اُس نے کہا: "میرے خیال میں، مستقبل میں اگر کوئی بھی وزیر دفاع، صدر کو ایشیا، مشرق وسطیٰ یا افریقہ میں دوبارہ بڑی زمینی فوج بھیجنے کا مشورہ دے تو اسے اپنے سر کا معائنہ کروانا چاہیے"۔ یعنی دوسرے الفاظ میں عراق اور افغانستان جیسی intervention (مداخلت) کرنا پاگل پن ہے۔
- دسمبر 2013ء میں پیو ریسرچ سینٹر نے رپورٹ کیا کہ ان کے تازہ ترین قومی سروے "2013 کی دنیا میں امریکہ کی جگہ" میں 52 فیصد جواب دہندگان نے کہا کہ امریکہ کو بین الاقوامی طور پر اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے اور دوسرے ممالک کو اپنے طور پر وہ جو بھی کر سکتے ہیں کرنے دینا چاہیے۔ 1964ء میں جب سے یہ سروے کرنے والوں نے یہ سوال پوچھنا شروع کیا تھا اس وقت سے لے کر اس کا ایسا جواب دینے والوں کی یہ سب سے بڑی تعداد تھی۔ ایک عشرہ پہلے صرف ایک تہائی جواب دہندگان اس طرح محسوس کرتے تھے۔
- امریکہ بھر میں ہونے والے 2014ء کے ایک سروے "میدان جنگ کے ووٹرز" میں معلوم ہوا کہ 77 فیصد لوگ 2016 کے اختتام تک افغانستان سے مکمل انخلا چاہتے ہیں۔ صرف 15 فیصد لوگ شام میں اور 17 فیصد لوگ یوکرین میں زیادہ مداخلت چاہتے ہیں۔ اور 67 فیصد نے اس بات سے اتفاق کیا کہ امریکی فوجی اقدامات

کو قومی سلامتی سے متعلقہ براہ راست خطرات تک محدود کیا جانا چاہیے۔

- باراک اوباما کی صدارت کے دوران امریکہ کی وفاقی حکومت کے بعض اراکین بشمول صدر اوباما اور وزیر خارجہ جان کیری نے شام کی خانہ جنگی میں براہ راست مداخلت پر غور کیا۔ اپریل 2013ء کے آخر کے ایک سروے میں معلوم ہوا کہ 62 فیصد امریکی یہ سمجھتے ہیں کہ شام میں حکومتی افواج اور حکومت مخالف گروہوں کی جنگ کے بارے میں کچھ کرنے کے لیے امریکہ پر کوئی ذمہ داری نہیں جبکہ صرف 25 فیصد لوگوں نے اس بات سے اختلاف کیا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں non-interventionism (غیر مداخلت پسندی) اور alt-right کے ابھر کر سامنے آنے کی وجہ سے بننے والی عوامی رائے عامہ کا ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ کے تحت بننے والی پالیسیز پر گہرا اثر ہو گا۔ مزید بر آں دنیا بھر میں بالعموم استعماریت کے خلاف پھیلی نفرت اور بالخصوص امریکہ کے خلاف پھیلی نفرت کی وجہ سے امریکہ کے لیے ایک بڑی فوجی مداخلت کرنا، جیسا کہ اس نے عراق اور افغانستان میں کیا، بہت مشکل ہو گا۔ لیکن ، ٹرمپ کی کابینہ میں neoconservatives کی تقرری کے نتیجے میں یہ بعید از امکان نہیں کے امریکہ شام جیسے تنازعات میں کود پڑے جہاں اب تک وہ مایوس کن حد تک ناکام ہو رہا ہے، اور اگر امریکہ نے یہ بے وقوفی کی، تو ممکن ہے کہ دنیا کے لئے آج والا امریکہ باقی نہ رہے۔

بین الاقوامی قانون پر موت کے بادل منڈلا رہے ہیں:

گزشتہ دو دہائیوں میں اقوام متحدہ اور نام نہاد بین الاقوامی قانون کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ Neoconservatives کی 2003ء میں عراق پر حملہ کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو نظر انداز کرنے کی پالیسی اس کے تابوت کا کیل ثابت ہوئی۔

لیکن اس تابوت کا آخری کیل مسلمانوں کی بیداری، امریکی حملوں پر مجاہدین کے جوابی اقدام اور امت میں اسلام کے سیاسی پہلو کی پذیرائی نے ٹھونکا۔ ان پہلوؤں نے امریکہ کے لیے موجودہ بین الاقوامی قانون کے ذریعے، جو اس نے اپنے فائدے کے لیے بنایا تھا، اپنی مرضی مسلط کرنے کو مشکل بنا دیا ہے۔ اگر عراقی مسلمان امریکی قبضے کو یکسر مسترد نہ کرتے اور امریکہ عراق میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو عین ممکن ہے کہ عراق پر حملے کے لیے اقوام متحدہ کو نظر انداز کرنے کی امریکی پالیسی پر پردہ ڈال لیا جاتا لیکن یہ اس کے گلے کا پھندا بن گیا۔ اور اس کے لئے عراق کی ذلت کافی نہیں تھی کہ شام کے بہادر مسلمان مغربی استعماریت کو پوری طرح بے نقاب کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور اقوام متحدہ کو مکمل طور پر غیر موثر بنا دیا۔

> **رابرٹ کاگن: "تقریباً 70 سال پہلے دوسری عالمی جنگ کے ملبے سے امریکہ نے اپنی طاقت سے ایک نیا ورلڈ آڈر بنایا، آج اس ورلڈ آڈر میں دراڑیں نظر آ رہی ہیں اور شائد یہ ختم ہو رہا ہے"۔**

اقوام متحدہ کہاں ہے جب امریکہ روس سے ملتا ہے اور مسلمانوں کو اندھا دھند قتل کرنے کے منصوبے بناتا ہے؟ اقوام متحدہ کہاں ہے جب روس بچوں کے نام نہاد عالمی دن کے موقع پر بھی بچوں پر بم برساتا ہے؟ اقوام متحدہ کہاں ہے جب ایران کی حمایت یافتہ حزب الشیطان امریکی سامراج کے سامنے ہتھیار نہ ڈالنے والوں سے لڑتی ہے؟ اقوام متحدہ اور عالمی قانون کہاں ہیں جب فرانس، امریکہ، ترکی، اردن، ایران اور روس اپنے جنگی طیارے شام بھر کے مسلمانوں پر بم برسانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور خاص طور پر ہسپتالوں اور بیکریوں کو نشانہ بناتے ہیں؟ اور اقوام متحدہ کہاں ہے جب فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کو یہودی اور ہندو ریاستوں کی جانب سے ہلاک کیا جا رہا ہے اگرچہ دہائیوں پہلے اقوام متحدہ کی قراردادیں منظور کی گئی تھیں؟ ایسا کیوں ہے کہ جب مسلم افواج کو مظلوم مسلمانوں کی جانب سے ظالموں سے بچاؤ کے لیے پکارا جاتا ہے تو اقوام متحدہ غدار مسلم حکمرانوں کو حرکت میں نہ آنے کا بہانہ دینے کے لیے درمیان میں آ جاتی ہے؟ ایک معروف Neoconservatives رابرٹ کاگن اپنی کتاب " Superpowers don't get to retire: what our tired country still owes the world" (سپر پاورز ریٹائر نہیں ہوتیں: ہمارا تھکا ہارا ملک دنیا کو کس چیز کے لیے ابھی بھی مقروض ہے) میں یہ کہتے ہوئے آغاز کرتا ہے کہ "تقریباً 70 سال پہلے دوسری عالمی جنگ کے ملبے سے امریکہ نے اپنی طاقت سے ایک نیا ورلڈ آڈر بنایا، آج اس ورلڈ آڈر میں دراڑیں نظر آ رہی ہیں اور شائد یہ ختم ہو رہا ہے"۔ عالمی منظر نامہ بدل رہا ہے اور نئے رجحانات سامنے آ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کا قائم کردہ International law and order (بین القوامی قانون)، اپنے موثر ہونے کے حوالے سے، مردہ ہو چکا ہے۔ وہ وقت آ گیا ہے کہ دنیا کو اس بوسیدہ اور تعفن

زدہ ورلڈ آڈر کی لعنت سے چھٹکارا دلانے کے لئے اس کا متبادل پیش کیا جائے۔

مندرجہ بالا بحث سے اخذ کردہ چند نکات:

1۔ لبرل ازم زوال کا شکار ہے اور ایسا صرف امریکہ میں ہی نہیں بلکہ یہ ایک عالمی رجحان بن گیا ہے۔

2۔ امریکہ منقسم کھڑا ہے۔ حتیٰ کہ انتخابات کے خاتمے کے بعد "Not my President" (یہ میرا صدر نہیں) کے نعرے کے ساتھ پورے امریکہ میں پھیلی ایک احتجاجی تحریک ابھر کر سامنے آئی۔ یہ انکار صرف ایک شخصیت کا انکار نہیں بلکہ یہ عوام کی جانب سے آپنائے گئے خیالات میں گہری تقسیم کا اظہار ہے۔

3۔ Neoconservatives کی جانب سے براہِ راست مداخلت پر زور دیا جائے گا، کیونکہ خلافت یا چین کی شکل میں ایک حریف کے ابھرنے کا خطرہ اُس وقت سے کئی گناہ بڑھ چکا ہے جیسا کہ یہ اُس وقت تھا جب Neoconservatives بُش جونیئر کے دور میں حکومت میں تھے۔

4۔ قوم پرست عوام کی جانب سے امریکہ کو اندرونی مسائل حل کرنے کے لئے ایک کھچاؤ ہو گا جو کہ نئی انتظامیہ کے لیے neoconservatives interventionism (جدید قدامت پرست مداخلت پسندی) پر مبنی ایجنڈے کے نفاذ کو مشکل بنا دے گا۔

5۔ عام مسلمانوں میں بیداری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی امریکہ اور استعماریت سے نفرت، اور اسلاموفوبیا، جو ٹرمپ کی ٹیم کی پہچان ہے، اِن دو وجوہات کی بنا پر امریکہ کے لیے مسلم دنیا میں اپنی فوجی وسیاسی طاقت کو استعمال کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ یہ وجوہات امریکہ کے نام نہاد "مقامی اتحادیوں "(یعنی امریکی ایجنٹ حکومتوں) کے لیے اس کی ہدایات پر عمل درآمد اور بھی مشکل بنا دیں گی۔

6۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ Neoconservatives بین الاقوامی اداروں کو نظر انداز کرنے کے ذریعے انہیں غیر موثر کر دیتے ہیں جو کہ نام نہاد Liberal internationalists (لبرل بین الاقوامیت پسند) کی حکومتوں کے دوران پہلے ہی کمزور ہو چکے ہیں۔ اقوام متحدہ اور اس جیسی دوسری تنظیمیں جو بین الاقوامی امن و امان کے آلے اور ضامن کے طور پر کام کر رہی تھیں، امریکہ کی مجموعی کمزوری اور امریکی حکومت کے اندر Neoconservatives کی واپسی کے نتیجے میں اور زیادہ کمزور ہوں گے۔

آج ایک ایسی ریاست قائم ہونی ہے جو چیلنج کے انداز میں اپنے حل پیش کرے اور سرمایہ داریت کی دیوار میں دراڑیں ڈال دے جو دیوار پہلے ہی ہل چکی ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی نظریہ نہیں جو سرمایہ داریت کے متبادل جامع حل پیش کر سکے

کسی بھی آئیڈیولوجی کے انہدام کے لئے ایک متبادل آئیڈیولوجی کا موجود ہونا ناگزیر ہے۔

کسی بھی آئیڈیولوجی کی ناکامی کے لیے عوام کے پاس موازنہ کرنے اور اپنانے کے لیے ایک متبادل کا ہونا ناگزیر ہے۔

اگرچہ مندرجہ بالا نکات سرمایہ داریت کے علمبردار امریکہ کی کمزوری کی جانب اشارہ کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سرمایہ دارانہ آئیڈیولوجی کے مکمل زوال کے لئے کافی ہیں۔ یہ نکات اس موقع کی جانب ضرور اشارہ کرتے ہیں جو ایک مضبوط ریاست کی قیادت میں ایک متبادل نظام کے عروج کے لیے پہلے سے زیادہ موجود ہے تا کہ انسانیت کو سرمایہ داریت کے شر سے بچایا جائے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ خلافت کا ابھرنا ہی تھا جس نے رومی سلطنت، جو کہ اس وقت کی رہنما ریاست تھی، کو للکارا اور اس کے زوال کا باعث بنی۔ یہ خلافت ہی تھی جس نے یورپ کی حیات نو کو متاثر کیا جس کی وجہ سے وہاں انقلاب اور نیا نظام آیا۔ یہ برطانیہ اور فرانس کی سرمایہ دار ریاستیں تھیں جنہوں نے خلافت کے انہدام میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس کے بعد سویت یونین نے اشتراکیت کو اپناتے ہوئے سرمایہ دار ریاستوں کو للکارا اور پھر امریکہ نے liberal capitalism کو ایک متبادل کے طور پر پیش کرتے ہوئے سرد جنگ اور اشتراکیت کے زوال کی قیادت کی۔ بالکل اسی طرح آج ایک ایسی ریاست قائم ہونی ہے جو چیلنج کے انداز میں اپنے حل پیش کرے اور سرمایہ داریت کی دیوار میں دراڑیں ڈال دے جو دیوار پہلے ہی ہل چکی ہے۔ ایسی ریاست کو معاشرے کے معاشی، سیاسی اور قانونی پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اپنے حل پیش کرنے ہوں گے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ اور کوئی آئیڈیولوجی موجود نہیں جو سرمایہ داریت کے متبادل کے طور پر ایسے جامع حل پیش کر سکے۔

معاشی، قانونی اور سیاسی پہلوؤں سے اسلام کی نظریاتی بنیاد سے اخذ شدہ حلوں کی ایک جھلک پیش کرنے کے لیے، ذیل میں چند مختصر مثالیں دی گئی ہیں:

اسلام کے اقتصادی حل:

اسلام کرنسی کے سونے یا چاندی پر مبنی ہونے پر زور دیتا ہے۔ اس قانون کا نفاذ شدید افراطِ زر

اور معیشت میں سے سود کی ضرورت کو ختم کر دے گا۔ اسلام دولت کی تقسیم کو اقتصادی مسئلے کے بنیادی حل کے طور پر اپناتا ہے اور ضرورتوں کی بنیادی ضروریات اور پر تعیّش ضروریات میں علیحدہ علیحدہ درجہ بندی کرتا ہے۔ اسلامی اقتصادیات کے یہ بنیادی جزو سرمایہ دارانہ نظام کی پیدا کی گئی انتہائی عدم مساوات کو ختم کرتے ہیں۔ اسلام عوامی ملکیت (خاص طور پر توانائی کے وسائل) کی نجکاری روکنے کے ذریعے لوگوں کو استحصال سے بچاتا ہے۔ اسلام ٹیکس کا ایک منفرد نظام متعارف کراتا ہے جو حکومت کو سخت شرائط کے تحت صرف امیروں اور ادا کرنے کے قابل لوگوں سے ٹیکس لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام سود کو بالکل ختم کرتا ہے۔ اسلام کے احکامات کے مطابق، خلافت، موجودہ دور کے سرمایہ دارانہ اداروں مثلاً IMF اور World Bank، جو کہ کمزور ریاستوں کو محکوم بنانے کے لیے قرض دیتے ہیں، کے برعکس کم مراعات یافتہ اقوام کو بلا سود قرضے فراہم کرتی ہے۔

اسلام کے قانونی حل-انصاف:

سرمایہ دارانہ نظام میں ناانصافی اس کے بنیادی اصول یعنی جمہوریت سے نکلتی ہے جس میں قانون سازی کا اختیار اشرافیہ کے پاس ہوتا ہے۔ اسلام قانون سازی کا اختیار صرف خالق تک محدود رکھ کر صحیح انصاف فراہم کرتا ہے اور اسلام کے ماخذ سے قوانین اخذ کرنے کا ایک مستنیر طریقہ فراہم کرتا ہے یعنی اجتہاد۔ یہ تین مرحلوں کا عمل حقیقت کا مطالعہ کرنے، اس حقیقت کے متعلقہ خطاب کے لیے شرعی مصادر کا مطالعہ کرنے اور ایک قانون اخذ کرنے اور اس کو بیان کرنے پر مبنی ہے۔ یہ سمجھوتے کے کمزور اصولوں کی بنیاد پر سیکولر جمہوریت کی طرف سے کی جانے والی سطحی قانون سازی، کہ جس میں مطالعہ کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور جو کہ ذاتی مفادات کا شکار ہوتی ہے، کا متبادل ہے۔ یہ صرف اسلامی نظام ہی ہو گا جس میں مرد و خواتین کے حقوق محفوظ ہوں گے اور لوگ اپنے رنگ، نسل یا مذہب کے تنازعات کے بغیر ہم آہنگی کے ساتھ رہیں گے۔

اسلام کے سیاسی حل:

یہ اسلام ہے جس نے سیاست کی تعریف "لوگوں کے امور کی دیکھ بھال" کے طور پر کی۔ اسلام میں حکمران حکومت کو ذمہ داری کا بوجھ سمجھ کر اپناتے ہیں، نہ کہ لوٹ مار کرنے کے لئے ایک تحفہ سمجھ کر جیسا کہ جمہوریت میں حکمران الیکشن جیتنے پر خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں اور ہارنے والے روتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلام میں سیاست ایک فرض ہے نہ کہ ایک کیریئر یا کاروبار۔ Dark Ages (تاریک دور) سے نام نہاد طور پر نکلنے کے باوجود مغرب آج تک قانون کی صحیح حکمرانی قائم نہیں کر سکا کیونکہ آج بھی حکمرانوں کو استثنا کا حق دیا جاتا ہے۔ یہ اسلام ہے کہ جو کسی دوسرے شہری کے مقابلے میں برابر کی حیثیت کے ساتھ ایک حکمران کو بھی قانون کے ماتحت رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں حکمران کا احتساب ایک فرض ہے اور یہ کسی فرد یا جماعت کی آزادی پر منحصر نہیں کہ وہ چاہیں تو احتساب کریں ورنہ رہنے دیں۔ اسلام میں احتساب کا فرض پورا کرنے کے لئے قاضی مظالم، مجلس امت، سیاسی جماعتوں اور امت کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے ایک کثیر الجہتی مضبوط ڈھانچہ موجود ہے۔

پاکستان اس عہدے کے لیے موزوں ریاست ہے:

ایسی ریاست کسی بھی مضبوط مسلم ملک سے ابھر کر سامنے آسکتی ہے۔ ہم یہاں پاکستان کو اس کے لیے ایک مناسب ترین آپشن کے طور پر دیکھتے ہیں۔ پاکستان اپنے بے پناہ وسائل کے ساتھ دنیا کی چھٹی بڑی آبادی ہے جس کے اندر اسلامی عقیدے کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یہ ایٹمی ہتھیاروں سے لیس واحد مسلم ریاست اور دنیا کی آٹھویں بڑی فوج کے ساتھ مضبوط ترین مسلم ملک ہے۔ اس کے پاس اپنے وقت کی سپر پاور کو للکارنے اور توڑنے کا تجربہ بھی ہے۔ زراعت بطور ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ پاکستان کے پاس وہ تمام اجزاء موجود ہیں جو نبوت کی طرز پر خلافت کے نقطہ آغاز کے لیے ضروری ہیں تا کہ اسلامی آئیڈیولوجی کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ پاکستان کی ان خصوصیات کو دشمن اچھی طرح سمجھتا ہے اور پچھلے کچھ سالوں کے دوران متعدد بیانات میں اس بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کر چکا ہے۔ ایک لمبی فہرست میں سے منتخب شدہ چند اقتباسات درج ذیل ہیں جو خلافت کے قیام کے بعد پاکستان کو ایک خطرے کے طور پر پیش کرتے ہیں:

- کئی سالوں سے امریکہ اس بات پر فکر مند ہے کہ خلافت کسی بھی مہینے پاکستان سے جنم لے سکتی ہے۔ مارچ 2009ء میں امریکی سینٹ کام (Centcom) کمانڈرز کے مشیر ڈیوڈ کل کلن David Kilcullen نے اپنے بیان میں کہا: "پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی آبادی 173 ملین ہے، اور اس کے پاس 100 نیوکلیئر ہتھیار ہیں، اور اس کی فوج امریکہ کی فوج سے بڑی ہے... ہم ایسے نقطے پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم ایک سے چھ ماہ میں دیکھ رہے ہیں کہ پاکستانی ریاست ناکام ہو جائے گی... انتہاء پسند اقتدار میں آجائیں گے... اور یہ ایسی صورتِ حال ہے کہ آج کی دہشت گردی کے خلاف جنگ اس خطرے کے سامنے کچھ بھی نہیں"۔
- اور نومبر 2009 میں آرٹیکل: "ہتھیاروں کی حفاظت-کیا غیر مستحکم پاکستان میں ایٹمی ہتھیار محفوظ رکھے جا سکتے ہیں؟" میں بیان کیا گیا: "بنیادی خطرہ بغاوت کا ہے-کہ پاکستانی فوج کے

اندر موجود انتہاء پسند تختہ الٹ دیں... اوباما انتظامیہ کے ایک سینئر عہدیدار نے حزب التحریر کا تذکرہ کیا...جس کا ہدف خلافت کا قیام ہے: یہ لوگ پاکستان کی فوج میں جڑیں بنا چکے ہیں اور فوج میں ان کے گروپ (cells) موجود ہیں۔"

- جہاں تک ہندو ریاست کا تعلق ہے تو اسی مضمون میں انڈین انٹیلی جنس را کے ایک سینئر عہدے دار نے کہا: "پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں ہماری پریشانی اس وجہ سے نہیں کہ 'ملا' ملک پر قبضہ کر لیں گے بلکہ پاکستان میں ان افسران کی وجہ سے پریشان ہیں جو خلافت کی بات کرتے ہیں، کچھ لوگ جنھیں ہم دیکھ رہے ہیں وہ ایک اسلامی فوج کی قیادت کا تصور رکھتے ہیں"۔
- فروری 2016 میں ایک فنڈ ریزنگ کی تقریب میں ہیلری کلنٹن کے خطاب کی 50 منٹ کے دورانیہ کی آڈیو ستمبر 2016ء میں سامنے آئی جس میں وہ کہتی ہے: "بھارت کے ساتھ اپنی بڑھتی ہوئی دشمنی کی وجہ سے پاکستان اپنی پوری رفتار سے ٹیکٹیکل ہتھیار بنا رہا ہے" اس نے کہا" لیکن ہم اس خوف کے ساتھ جی رہے ہیں کہ وہاں ایک بغاوت ہو جائے گی اور جہادی ملک پر قبضہ کر لیں گے، وہ ایٹمی ہتھیاروں تک رسائی پا لیں گے اور پھر آپ کو خودکش نیوکلیئر بمبار ملیں گے لہٰذا اس سے خطرناک منظرنامہ نہیں ہو سکتا"۔

نہ صرف یہ واضح بیانات پاکستان میں خلافت کے دوبارہ قیام کی صلاحیت کو عیاں کرتے ہیں بلکہ پاکستان کے اندر خلافت کی دعوت پر ردعمل بھی براہ راست احساس دلاتا ہے کہ عوام ایسی تبدیلی کے لیے تیار ہیں۔

پاکستان کے اندر اجتماعی اظہار (collective expression) اس حد تک اسلامی ہے کہ مختلف لبرلز اپنے لبرل ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اپنی نا امیدی کا اظہار کر چکے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو قائل کیا جائے جو پاکستان میں تبدیلی لانے کے لیے طاقت اور اختیار رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب "Pakistan: A Hard Country" میں پاکستان میں انقلاب کے امکان پر بحث کرتے ہوئے اناٹول لیون ذکر کرتا ہے "افریقہ اور دوسری جگہوں کے برعکس پاکستان میں فوجی بغاوتیں ہمیشہ اپنے چیف آف سٹاف اور کمانڈنگ جرنیلوں کے حکم پر آرمی کی جانب سے اجتماعی طور پر کی گئیں نہ کہ جونیئر افسران کی جانب سے"۔ وہ مزید ذکر کرتا ہے کہ "صرف ایک چیز جو اس نظم و ضبط اور اتحاد کو توڑ سکتی ہے وہ متعدد پاکستانی فوجیوں کو درپیش ایسا اخلاقی اور جذباتی دباؤ ہے جو ان کے نظم و ضبط کو توڑنے کے لیے کافی ہو اور اس سے مراد واقعی بہت شدید دباؤ ہے۔ حقیقت میں ان کو ایسی صورتحال میں لانا پڑے گا جہاں بطور مسلمان ان کا پاکستان اور اپنے ضمیر اور عزت کی حفاظت کا فرض اپنے کمانڈرز کی اطاعت سے براہ راست متصادم ہو۔ جہاں تک مجموعی طور پر آرمی کا تعلق ہے (سوائے چند پٹھان عناصر کے) جتنا میں دیکھ سکتا ہوں تو صرف ایک چیز ایسا کر سکتی ہے کہ اگر امریکہ پاکستان کے کچھ حصے پر حملہ کر دے اور فوج کی قیادت اس کے خلاف مزاحمت کرنے کے احکامات دینے میں ناکام رہے"۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان لوگوں میں کام کرنا کتنا ضروری ہے جو اہمیت رکھتے ہیں۔ اسامہ بن لادن کے معاملے میں ایسا ہوا تھا اور ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت حالات کیسے تھے۔ اب لائن آف کنٹرول پر بھی یہی کچھ ہو رہا ہے جہاں انڈیا اپنی حد سے آگے بڑھ رہا ہے اور اس معاملے پر قیادت کا جواب پاک فوج کے مخلص سپاہیوں کے لیے تسلی بخش نہیں ہے۔ وہ امریکہ تھا اور یہ ہندو ریاست ہے جس کے سامنے جھکنے کے لئے یہ دلیل بھی نہیں دی جا سکتی کہ یہ تو سپر پاور ہے اور ہمارا اِن سے کوئی مقابلہ نہیں۔ البتہ پاک فوج کے مخلص افسران پر امت کی طرف ذمہ داری ان کے لیے لازم کرتی ہے کہ وہ کسی مہم جوئی کے لیے نہ جائیں یعنی ایک نظریاتی ریاست کے قیام کی دعوت کی حمایت کرنے سے پہلے انہیں ان لوگوں کی صلاحیت پر قائل ہونے کی ضرورت ہے جو یہ دعوت دے رہے ہیں۔ مزید برآں جو وژن پیش کیا جا رہا ہے اس کو واضح ہونا چاہیے۔ یہ دعوت کے علمبرداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو ایک قابل اور اہل قیادت کے طور پر تیار کرتے ہوئے نہایت وضاحت سے اِن افکار کو پیش کریں اور امت کے سب سے زیادہ اثر رکھنے والے لوگوں پر اثر انداز ہوں۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

"وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال اختیار کئے ہیں، اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں لازماً حکمرانی عطا کرے گا، جیسا کے اُس نے اُن کو حکمرانی عطا کی تھی جو ان سے قبل تھے، اور اُن کے لئے لازماً ان کے اِس دین کو محکم کر کے جما دے گا، جسے اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے، اور ضرور اُن کی حالت کو امن و بے خوفی سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے" (سورۃ النور 24:55)

امریکہ کا بھارت کے ساتھ دفاعی معاہدہ

تحریر: محمد عاطف

حالیہ سالوں میں امریکہ اور بھارت کے درمیان تعلقات میں واضح اضافہ ہوا ہے جو کہ سرد جنگ کے زمانے سے ایک بالکل مختلف صورتحال ہے جب بھارت سوویت یونین کا اتحادی تھا۔ صورتحال میں یہ تبدیلی واضح ہے کیونکہ اب کئی امریکی کمپنیاں بھارت میں سرمایہ کاری اور اپنا کام منتقل کر رہی ہیں ۔ صورتحال میں یہ تبدیلی خاص طور پر جارج بش کے "دہشت گردی کے خلاف" کے زمانے میں ہوئی جب امریکہ نے بھارت سے تعلقات بڑھانے کے لیے بہت توجہ اور مستقل مزاجی سے کام کیا۔ لہٰذا یہ کوئی حیران کن بات نہ تھی جب اگست 2016 میں امریکہ کے سیکریٹری دفاع ایشٹن کارٹر نے اپنے بھارتی ہم منصب منوہر پاریکر کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے جس کے تحت دونوں ممالک ایک دوسرے کی دفاعی تنصیبات اور رسد کی نقل حمل کی سہولیات سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ لاجسٹک ایکسچینج میمورنڈم معاہدے (LEMOA) کے تحت دونوں ممالک ایک دوسری کی فوجی تنصیبات کو استعمال کر سکیں گے جیسا کہ کارٹر نے کہا کہ، "یہ کیا کرتا ہے کہ یہ مل کر آپریشن کرنے کو ممکن اور مزید آسانی پیدا کرتا ہے جب ہم یہ کرنا چاہیں۔۔۔۔ یہ مکمل طور پر دوطرفہ ہے۔ باالفاظ دیگر ہم نے اس معاہدے کے تحت ایک دوسرے کو مکمل اور برابر رسائی فراہم کی ہے"۔ اس کے علاوہ دونوں ممالک پیغام رسانی اور انٹیلی جنس کے تبادلے کے معاہدے پر بھی کام کر رہے ہیں۔

اس معاہدے کے پاکستان پر اثرات بالکل واضح ہیں۔ اس معاہدے کا بنیادی مقصد بھارت کی جارحانہ فوجی صلاحیت میں اضافہ کرنا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان یہ تعاون بڑھتے ہوئے تعلقات کی ابتداء ہے۔

امریکہ نے بھارت کو اپنا اہم دفاعی ساتھی قرار دیا ہے۔ امریکہ نے بھارت کی میزائل ٹیکنالوجی کنٹرول ریجیم (MTCR) میں شمولیت کا خیر مقدم کیا ہے جس کے ذریعے جدید ترین میزائل ٹیکنالوجی کی بھارت کو منتقلی کی اجازت ہو گی۔

> اگست 2016 میں امریکہ کے سیکریٹری دفاع ایشٹن کارٹر نے اپنے بھارتی ہم منصب منوہر پاریکر کے ساتھ لاجسٹک ایکسچینج میمورنڈم معاہدے (LEMOA) پر دستخط کیے جس کے تحت دونوں ممالک ایک دوسرے کی دفاعی تنصیبات اور رسد کی نقل حمل کی سہولیات سے فائدہ اٹھا سکیں

امریکہ بھارت کی نیوکلیئر سپلائر گروپ (NSG) میں شمولیت کی کوششوں کی بھرپور حمایت کر رہا ہے جس میں تاخیر چین کی مخالفت کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ اپنے ایف-16 طیاروں کی پیداوار دینے والی سہولیات کی بھارت منتقلی پر متعلق غور کر رہا ہے جس کے بعد پاکستان کو ایف-16 طیاروں یا اس کے فاضل پرزہ جات کو بیچنے کی کسی بھی کوشش کو ویٹو کرنے کا اختیار بھارت کو خودبخود مل جائے گا۔ اس کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی کی تعمیر و ترقی کے لیے مشترکہ منصوبے شروع کرنے کے منصوبے بھی ہیں جیسا کہ جیٹ انجن اور ائر کرافٹ کیریئر وغیرہ۔ ہو سکتا ہے کہ ان منصوبوں کا یہ مقصد بھی ہو کہ امریکی دفاعی ٹیکنالوجی ایسے صارف کو بیچی جائے جو اس کی قیمت فوراً نقدی کی صورت میں ادا کر سکتا ہو۔

اس کے برعکس امریکی کانگریس کی جانب سے آٹھ ایف-16 طیاروں کی فنڈنگ روک دینے کے بعد موجودہ صورتحال میں پاکستان چند ایف-16 طیارے بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملے کے لیے پاکستان سے اڈوں اور مواصلات کی سہولیات کا مطالبہ کیا تو کوئی ایسا معاہدہ نہیں کیا گیا جس کے تحت امریکہ کو اڈے فراہم کرنے کے بدلے میں پاکستان بھی امریکی اڈے استعمال کر سکے گا۔ لہٰذا یہاں یہ سوال بنتا ہے کہ کیا برصغیر پاک و ہند میں امریکہ اپنی سرپرستی اور حمایت پاکستان سے لے کر بھارت کو دے رہا ہے؟

اگر ایسا ہے تو یہ پاکستانی حکمرانوں اور ان کی خارجہ پالیسی کی تذلیل اور کھلی ناکامی ہے۔ اب سے کئی سال پہلے پاکستانی حکمرانوں نے امریکہ کے سامنے اپنی مکمل غلامی کو درست ثابت کرنے یا اس پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ 1990 کی دہائی میں امریکہ نے مشہور زمانہ پریسلر ترمیم کے ذریعے پاکستان پر پابندیاں لگائیں تھیں جس کے تحت پاکستان کی فوجی اور معاشی امداد بند کر دی گئی تھی جس کے بعد جنرل مشرف کے دور میں پاکستان نے امریکہ کو 2001 میں خوشی خوشی گلے لگایا۔ اس بات کے باوجود کہ سوویت یونین کے

خلاف پاکستان امریکہ کا "ناگزیر اتحادی" تھا اور پاکستان کا قبائلی علاقہ دس سالوں میں سی آئی اے کے ذریعے جہادی فیکٹری میں تبدیل کر دیا گیا، پھر بھی پاکستان پر پابندیاں لگائیں گئیں تھیں۔ ماضی میں امریکہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب بھی اس کے مفاد میں ہوتا ہے وہ پاکستان کو دھوکہ دے دیتا ہے۔

مشرف کے دور میں "پہلے پاکستان" کے نعرے کے تحت پاکستان کی افغان پالیسی اور اسٹریٹیجک گہرائی کی پالیسی ایک طرف رکھ دی گئی جبکہ عوامی رائے ایسی کسی پالیسی کی تبدیلی کے خلاف تھی اور کئی پاکستانی تجزیہ نگاروں نے خبردار بھی کیا کہ امریکہ پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ مشرف نے اس اچانک اور بڑی تبدیلی کے خلاف رائے عامہ کو دبانے کے لیے دھونس، دھمکی اور لالچ کے حربے استعمال کیے جیسا کہ یہ کہا گیا کہ امریکہ پاکستان پر بمباری کر کے اسے "پتھر کے دور" میں پہنچا دے گا یا یہ کہ امریکہ بہت بڑی مالی امداد دے رہا ہے۔ پالیسی کی اس تبدیلی کے نتیجے میں امریکہ نے خطے میں اپنے قدم جمائے کیونکہ پاکستان نے اسے اہم ترین نقل و حمل کے لیے اڈے، سپلائی لائن اور انٹیلی جنس فراہم کی۔ پاکستان کی فوج قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشنز کرتی رہی تاکہ اُن پشتون مزاحمت کاروں کے اڈوں کا خاتمہ کیا جائے جو افغانستان پر امریکی قبضے کے خلاف لڑتے ہیں۔ گزرے سالوں میں افغانستان پر امریکی قبضے نے خطے میں بھارتی اثرونفوذ کے خدوخال کو براہ راست تبدیل کیا ہے۔ اس بات کے باوجود کہ بھارت پاکستان کا روایتی حریف ہے ، امریکہ نے پاکستان کے خدشات کو مکمل طور پر نظر انداز کیا اور بھارت کو افغانستان میں براہ راست کردار ادا کرنے کی دعوت دی تاکہ اس کے قبضے کو مستحکم کیا جاسکے۔ اس عمل میں بھارت نے قدرتی طور پر افغانستان میں اپنا ایک حلقہ اثر قائم کر لیا۔ پاکستان میں موجود وہ لوگ جو خطے میں مضبوطی سے امریکی مفادات کی خدمت کرنے کی حمایت کرتے ہیں کسی صورت اپنے بے وقوفانہ رائے کا سامنا نہیں کرسکتے۔

آج کے دن تک راحیل-نواز حکومت کے دور میں بھی یہی پاکستان کو نقصان پہنچانے والی پالیسی جاری و ساری

مشرف کے دور میں "پہلے پاکستان" کے نعرے کے تحت پاکستان کی افغان پالیسی اور اسٹریٹیجک گہرائی کی پالیسی ایک طرف رکھ دی گئی جبکہ پاکستانی تجزیہ نگاروں نے خبردار بھی کیا کہ امریکہ پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ راحیل-نواز حکومت کے دور میں بھی یہی پاکستان کو نقصان پہنچانے والی پالیسی جاری و ساری ہے۔

ہے۔ آج پاکستان کی قیمت پر بھارت نے افغانستان میں اپنا حلقہ اثرورسوخ کئی گنا بڑھا لیا ہے۔ آج بھارت کے کم از کم پانچ اعلان شدہ سفارتی مشنز افغانستان میں موجود ہیں اس بات کے باوجود کہ افغانستان سے کوئی بہت بڑی ہجرت بھارت نہیں ہوئی تھی، لیکن اب افغانستان نے بھارت کو پاکستان کے اندر تخریبی کاروائیاں کرنے کے لیے ایک زبردست مقام فراہم کر دیا ہے اور بھارت اب بلوچستان اور خصوصاً چین کے تعاون سے تعمیر ہونے والی گوادر بندرگاہ کو نشانہ بنا رہا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی بھارت حاصل نہیں کر سکتا تھا اگر امریکہ نے بھارت کو افغانستان میں داخل ہونے کی حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی اور امریکہ یہ سب کچھ کبھی نہیں کر سکتا تھا اگر پاکستان نے افغانستان پر قبضے کے لیے امریکہ کو وسائل فراہم نہ کیے ہوتے۔

اس غلط پالیسی (یوٹرن) کی صرف یہی قیمت نہیں جو پاکستان نے ادا کی ہے بلکہ آج پاکستان اپنے ہی لوگوں کے خلاف فاٹا کے قبائلی علاقوں اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں ناختم ہونے والے فوجی آپریشنز کے گرداب میں پھنس چکا ہے۔ دہشت گردی کے حملوں میں ، جس میں ستمبر 2001 میں ہمارے خطے میں امریکہ کی آمد کے بعد زبردست اضافہ ہوا، فزیشن فار سوشل رسپونسیبلیٹی کی رپورٹ کے مطابق 80 ہزار پاکستانی جاں بحق ہو چکے ہیں اور معاشی لحاظ سے پاکستان نے چودہ سال میں 120 ارب ڈالر کا نقصان اٹھایا ہے اور اس بات کو خود حکومت پاکستان کے سالانہ اکنامک سروے میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا لوگ یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی کے اہداف کے حصول کے لیے پاکستان کا امریکی مفاد میں کام کرنے کا کیا جواز ہے؟

پاکستان کی امریکہ کے حوالے سے ناکام پالیسی اور بڑھتے ہوئے امریکہ و بھارت کے تعلقات اس وقت بھی سامنے آئے جب بھارت نے کشمیر میں لائن آف کنٹرول کے پار "سرجیکل سٹرائک" کرنے کا دعوی کیا۔ اُڑی میں بھارتی اڈے پر حملے کے بعد، جس کا الزام بھارت نے پاکستان پر لگایا، اس نام نہاد "سٹرائک" کے خلاف امریکہ نے اس کی مذمت نہیں کی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امریکہ نے بھارتی موقف کی حمایت کی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ نے یہ موقف اپنا کر کشمیر

میں جاری وحشیانہ تشدد کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جس میں ایک لاکھ لوگ شہید اور ہزاروں کشمیری مسلمان خواتین کی منظم عصمت دری کی گئی ۔ کل اگر پاکستان و بھارت کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے تو کیا امریکہ بھارت کے ساتھ ہونے والے دفاعی معاہدے کی تکریم کرے گا اور بھارت کو اس بات کی اجازت دے گا کہ افغانستان میں موجود امریکی اڈے پاکستان کے خلاف استعمال کر سکے اور پاکستان کے خلاف دوسرا محاذ کھول دے؟

سچائی یہ ہے کہ پاکستان کا امریکہ کے ساتھ نام نہاد اتحاد کا مقصد کبھی بھی پاکستان کے مفادات کا تحفظ نہیں رہا بلکہ اس اتحاد نے پاکستان کے اہم ترین مفادات کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ پاک امریکہ تعلقات کی حقیقت یہ ہے کہ پاکستان معاشی و فوجی امداد جو کہ رشوت ہوتی ہے اور آئی ایم ایف کے قرضوں کے بدلے جس کے نتیجے میں ملک کے قرضوں میں اضافہ ہوتا ہے، امریکہ کے احکامات سنتا ہے اور اطاعت کرتا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں پاکستان کی سیکیورٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے اور بھارت کے مقابلے میں اس کی پوزیشن کمزور ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں جو لوگ امریکی اطاعت کی اس پالیسی کی حمایت کرتے ہیں، اس بات کا ادراک کرنے میں ناکام ہیں کہ امریکہ کا خطے کے متعلق سیاسی نقطہ نظر وسیع ہے جس میں پاکستان صرف ایک ٹکڑا ہے۔ امریکہ ایک لمبے عرصے سے اپنی "ایشیا مرکوز" پالیسی کے تحت بھارت سے تعلقات بڑھانا چاہتا تھا تاکہ چین کی بڑھتی فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ یوریشا میں اس کے علاوہ کوئی دوسری بااثر طاقت کھڑی نہ ہو سکے۔ اگرچہ بھارت کے لیے "سی پیک" (چین-پاک معاشی راہداری) ایک سرخ لکیر ہے اور اس نے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے چینی مصنوعات زیادہ بڑی تعداد میں اور زیادہ تیزی سے اور کم قیمت میں عالمی بازاروں میں پہنچ سکیں گی اور یہ عمل بھارت کے لیے نقصان کا باعث ہو گا کیونکہ اس کی مصنوعات چینی مصنوعات کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔ اس کے علاوہ "سی پیک" میں آزاد کشمیر بھی شامل ہے جس کا مطلب ہے کہ در حقیقت بھارت اس علاقے پر

> **امریکہ کے ساتھ اتحاد نے پاکستان کے اہم ترین مفادات کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ پاک امریکہ تعلقات کی حقیقت یہ ہے کہ پاکستان معاشی و فوجی امداد، جو کہ رشوت ہوتی ہے، کے بدلے امریکہ کے احکامات سنتا ہے اور اطاعت کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پاکستان کی سیکیورٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے اور بھارت کے مقابلے میں اس کی پوزیشن کمزور ہو رہی ہے۔**

اپنا دعوی کرنے کا کوئی حقیقی موقع نہیں پا سکے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ منصوبہ اس تاثر کو بھی تقویت دے گا کہ چین اپنی "موتیوں کی لڑیوں" کے ذریعے بھارت کو گھیر رہا ہے جس کے تحت وہ خطے میں اہم فوجی اڈے بھی قائم کر رہا ہے۔

جہاں تک اس منصوبے کے متعلق امریکہ کا نقطہ نظر ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر "سی پیک" نہیں بھی ہوتا تب بھی چین خطے میں فوجی اڈے بنا لے گا اگرچہ اس کے بنانے کی رفتار سست ہو گی۔ لیکن "سی پیک" کے ظہور نے روایتی طور پر غیر وابستہ بھارت کو امریکہ کے ساتھ اتحاد کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کیونکہ امریکہ اور چین کے درمیان مقابلہ شدت اختیار کرتا گیا ہے اس لیے بھارت مجبور ہو گیا ہے کہ وہ بل آخر امریکہ کا فوجی اتحادی بن جائے جس کو امریکہ خوش آمدید ہی کہے گا۔ بھارت کے سابق وزیر خارجہ سلمان خورشید نے بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے وینزویلا کے شہر مرگاریتا میں ہونے والے غیر وابستہ ممالک کی تحریک "نام" (NAM) کے اجلاس میں شرکت میں ناکامی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ، "اگر وزیر اعظم مودی 'نام' کو عزت بخشنا نہیں چاہتے تو اس کا مطلب یہ ہے حکومت پچھلی خارجہ پالیسی کو یکمشت دفنا رہی ہے"۔

امریکہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کی عالمی اور علاقائی بالادستی کو چیلنج یا مقابلہ کرنے والی کوئی طاقت کھڑی نہ ہو۔ اسی لیے امریکہ چین کو سیاسی و فوجی لحاظ سے انتہائی محدود کر کے بھارت کو اس کی جگہ لینے کا موقع فراہم نہیں کرے گا۔ اور اگر کوئی بھارتی سیاست دان یا پالیسی ساز یہ سمجھتا ہے تو یہ بے وقوفانہ سوچ ہے۔ چین کی کل پیداوار بھارت سے پانچ گنا زیادہ ہے، چین کا فوجی بجٹ 214 بلین ڈالر جبکہ بھارت کا 51 بلین ڈالر ہے۔ چین کے شہر، بندرگاہیں، سڑکیں اور صنعتی ڈھانچہ بھارت سے بہت آگے ہے۔ حقیقت میں بھارت چین کے ہم پلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ چین کی طرح وہ بھی یہ شدید خواہش رکھتا ہے کہ وہ ایک بڑی طاقت بن جائے اور اسی وجہ سے بھارت امریکہ کے لیے ایک تیار کھلاڑی ہے۔

آج یہ حقیقت بہت واضح ہوگئی ہے کہ امریکہ ہولی وڈ کی فلموں میں دیکھائی جانے والی اس کی طاقت کے برعکس اتنا طاقتور نہیں ہے اور اسی لیے اہم علاقوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے اسے بھارت جیسے ممالک سے اتحاد کی ضرورت ہے جیسا کہ شام اور مشرق وسطی کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے امریکہ نے روس اور ترکی کو اپنا اتحادی بنایا ہے۔ لیکن امریکہ یہ بھی دکھا چکا ہے کہ وہ بہت کم عرصے میں اپنے اتحادیوں کو چھوڑ یا بدل دیتا ہے اور عام پاکستانی اس حقیقت سے بہت اچھی طرح آگاہ ہے۔ کل اگر تبدیلی آتی ہے جیسا کہ ایک مضبوط خلافت تو امریکہ کے پاس تو یہ آپشن ہو گا کہ وہ خطے سے نکل جائے اور بھارت کو اکیلے ہی خطے میں خلافت اور چین کا سامنا کرنے کے لیے چھوڑ دے۔

آج امریکہ یہ چاہتا ہے کہ چین اس کے بنائے ہوئے عالمی نظام کا ایک لازمی حصہ رہے اور اس میں اچھے طریقے سے کام بھی کرے۔ جب سے چین نے کمیونزم کی جگہ فری مارکیٹ اکانمی کے نظام کو اختیار کیا ہے وہ اندرونی مسائل اور تضادات کا شکار ہے کیونکہ اب اس کے پاس کوئی ایک مخصوص نظریہ حیات باقی نہیں بچا بلکہ محض قوم پرستی کا نعرہ ہی رہ گیا ہے جس کے گرد وہ اپنے لوگوں کو اکٹھا رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسی وجہ سے حکومت نے آمرانہ طرز حکومت اپنائی ہوئی ہے۔ چین آج کئی ایک مصنوعات برآمد کر سکتا ہے لیکن جو شے برآمد کرنے کے لیے اس کے پاس نہیں ہے وہ ایک نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) ہے۔ لہٰذا اگر لمبے عرصے تک چین کو فوجی لحاظ سے محدود نہ بھی کیا جائے تو بھی وہ امریکہ، اس کے سیکولر ازم اور سرمایہ داریت کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔

امریکہ کو جس چیز سے سب سے زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ پاکستان کی اسلامی شناخت اور وہ اقدار ہیں جنہیں یہاں کے مسلمان اپنے دلوں میں بسائے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ سیکولر جمہوریت پاکستان میں بری طرح سے ناکام ہو رہی ہے لہٰذا پاکستان خلافت کے قیام کے لیے بالکل تیار ہے۔ بھارت بھی اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ آج بھارت میں دائیں بازو کی جماعت ہندو بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) برسر اقتدار ہے جو نظریاتی لحاظ سے راشٹریہ سیوک سنگھ (RSS) سے بہت قریب ہے جس کا خواب "اکھنڈ بھارت" کا ہے۔

> **پاکستان کے بے وقوف حکمرانوں نے، چاہے وہ فوجی ہوں یا سیاسی، یہ ثابت کیا ہے کہ وہ کسی بڑی طاقت کے لیے صرف ایک ایجنٹ حکومت کا کردار ادا کرنے کی ہی اہلیت رکھتے ہیں۔ اسی لیے امریکہ پاکستان کو نظر انداز کرکے جنونی قاتل مودی کی قیادت میں بھارت کی بنیاد پرست حکومت سے ہاتھ ملا رہا ہے**

نریندر مودی آر ایس ایس کا تاحیات رکن ہے اور مسلمانوں سے اس کی نفرت کا اظہار سامنے آچکا ہے جب اس نے بحثیت وزیر اعلیٰ بھارتی گجرات مسلمانوں کا قتل عام کروایا تھا۔ آج امریکہ نے اس شخص کو اپنا اتحادی بنایا ہے جسے وہ ایک عرصے تک امریکہ کا ویزہ نہیں دیتا تھا اور جسے بھارتی کانگریس کی رہنما سونیا گاندھی نے "موت کا سوداگر" کا خطاب دیا تھا۔

امریکہ کا بھارت سے اتحاد کا مقصد صرف چین کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس اتحاد کا ایک مقصد پاکستان، وسطی ایشیا اور پوری مسلم دنیا میں اٹھنے والی اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ امریکہ اسلام آباد میں بیٹھے حکمرانوں سے کیس ٹو کیس کی بنیاد پر معاملات طے کرتا ہے جبکہ بھارت کے ساتھ زیادہ وسیع اور گہرے اسٹریٹیجک تعلقات چاہتا ہے۔ امریکہ جانتا ہے کہ اسلام آباد میں بیٹھی حکومت کمزور ہے جسے کسی بھی وقت اٹھا کر کوئی چھینک سکتا ہے۔ اسلام کے خلاف جنگ میں سیاسی و فوجی لحاظ سے بھارت امریکہ کا فطری اتحادی بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ بھارت کی جانب سے انتہائی بڑے پیمانے پر ہتھیاروں کو جمع کرنے کی کوششوں کو نظر انداز کر رہا ہے جس میں زمین اور سمندر سے مار کرنے والے سیکنڈ سٹرائیک ایٹمی ہتھیار بھی شامل ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد کوئی نظریہ بلکہ اصول تک نہیں ہیں۔ اس کی فیصلے محدود وقت کے مفادات کے حصول کے لیے ہوتے ہیں جس کے تحت سیکولر حکومت کے لیے کام کیا جائے اور بدلے میں چند ہتھیار اور آئی ایم ایف کا قرضہ مل جائے تاکہ اس کا گزارا چلتا رہے۔ اس عمل کے دوران وہ جانتے بوجھتے اپنے لوگوں کی ضروریات کو نظر انداز کرتا ہے جو مسلسل غربت کا شکار ہیں۔ آج پاکستان کی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ "سی پیک" نے اس کے چین کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عبوری گزر گاہ کا کام کرے گی اور جن 46 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے، اتنے پیسے تو ایک بڑی ملٹی نیشنل کمپنی کا ایک سال کا محصول (revenue) ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خلافت کی طرح اپنے صنعتی اور زرعی شعبے کی تعمیر ترقی میں سرمایہ کاری نہیں کی جارہی جس کی ذریعے حقیقی معاشی ترقی ہوتی ہے۔ آج پاکستان

کو امریکہ حکم دے رہا ہے کل کو یہی کردار چین ادا کر رہا ہو گا۔

پاکستان کے بے وقوف حکمرانوں نے، چاہے وہ فوجی ہوں یا سیاسی، یہ ثابت کیا ہے کہ وہ کسی بڑی طاقت کے لیے صرف ایک ایجنٹ حکومت کا کردار ادا کرنے کی ہی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور کیونکہ دنیا کی سیاست میں مفادات اور اتحاد ایسے بدلتے ہیں جیسے صحرا میں ریت اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، تو یہ بڑی طاقتیں لازمی اپنی ترجیحات، اتحادیوں اور حکمت عملی کا جائزہ لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ پاکستان کے سیکیورٹی خدشات کو نظر انداز کر کے جنونی قاتل مودی کی قیادت میں بھارت کی بنیاد پرست حکومت سے ہاتھ ملا سکتا ہے جو پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے موقع کو استعمال کرنے میں ایک لمحے کی دیر نہیں کرے گا۔ پاکستان کے سابق سفارت کار ضمیر اکرم نے کچھ دن پہلے لکھا کہ، "حقیقت میں امریکہ بھارت کی استعداد کو بڑھانے میں مدد اور معاونت کر رہا ہے جس میں جدید ترین روایتی ہتھیاروں کی منتقلی کے ساتھ بی ایم ڈی، طویل فاصلے تک مار کرنے والے میزائل اور ایٹمی صلاحیت کے حامل کروز میزائل بھی شامل ہیں۔ یہ امر لازمی ہے کہ امریکہ حقیقت میں بھارت کے منصوبوں 'کولڈ سٹارٹ' یا 'پرو ایکٹیو ڈاکٹرائن' کو نافذ کرنے کے لیے درکار صلاحیت پیدا کرنے میں مدد فراہم کر رہا ہے تاکہ وہ پاکستان پر روایتی حملہ کر سکے"۔

اس صورتحال کا ذمہ دار پاکستان خود ہے۔ ایک طرف دو لاکھ مسلم پاکستانی افواج کو مغرب کی جانب قبائلی علاقوں میں امریکہ کی جنگ میں مرنے کے لیے جھونک دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی سرحد پر پاکستان کی طاقت کمزور ہوئی جبکہ امریکہ بھارت کی فوجی صلاحیت بڑھانے میں مدد فراہم کر رہا ہے۔ افغانستان پر امریکہ کا قبضہ کروانے کے لیے امریکہ کو بغیر سوچے سمجھے اندھی حمایت فراہم کرنے کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ پاکستان کے پاس موقع تھا کہ وہ افغانستان پر امریکہ کو قبضہ کرنے کے لیے معاونت فراہم نہ کرتا۔ امریکی سیاست دان اور پالیسی ساز بھی اس حقیقت سے واقف تھے۔ ستمبر 2016 میں ڈینیئل مارکی نے امریکی سینٹ کی خارجہ امور کی کمیٹی کے سامنے پاکستان کے حوالے سے بیان دیا تھا کہ، "ہوائی راستے آسانی سے بند کیے جا سکتے ہیں اور ڈرونز کو آسانی سے گرایا جا سکتا ہے، تو اگر پاکستان واقعی ختم کرنا چاہتا جس کے متعلق 2009 میں اس وقت کے سی آئی اے ڈائریکٹر لیئن پانیٹا نے کہا تھا کہ، 'القاعدہ کی قیادت سے لڑائی اور انہیں پریشان صرف وہی کر رہے ہیں' یا 'افغانستان میں امریکی جنگ کو مزید پیچیدہ کر سکتا تھا، وہ بہت آسانی سے یہ کر سکتا تھا اور اب بھی کر سکتا ہے'۔"۔

> **ان حکمرانوں کی "پہلے پاکستان" پالیسی بھی نہیں ہے بلکہ ناکام سیکولر حکومتیں پاکستان اور اس کے لوگوں کو ہمیشہ سب سے آخر میں رکھتے ہیں۔ پاکستان کے لیے آگے بڑھنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ امریکہ سے اتحاد کا خاتمہ، اس کا سفارت خانہ بند اور سفارت کاروں کو ملک بدر کیا جائے**

امریکہ پر انحصار کرنے کی پالیسی نے پاکستان کی آزادی کو مفلوج کر دیا ہے اور پاکستان اب بھی امریکہ کے مفادات کی تکمیل کے لیے کام کر رہا ہے جبکہ امریکہ اس کے ازلی دشمن کو طاقتور کر رہا ہے۔ اسلام آباد میں بیٹھے بے کار حکمرانوں کی نہ تو کوئی صلاحیت ہے اور نہ ہی کوئی خواہش ہے کہ اس تباہی کے راستے پر چلنا بند کر دیں۔ یہ حکمران اب بھی بیرونی طاقتوں سے جڑے ہیں اور ان کی نہ تو کوئی عزت ہے اور نہ ہی کوئی اصول سوائے بے وقوفی اور غدارانہ پالیسی کے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حکمرانوں کی "پہلے پاکستان" پالیسی بھی نہیں ہے بلکہ ناکام سیکولر حکومتیں پاکستان اور اس کے لوگوں کو ہمیشہ سب سے آخر میں رکھتے ہیں۔ پاکستان کے لیے آگے بڑھنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ خطے میں امریکہ کی فوجی، سفارتی، انٹیلی جنس اور سیاسی موجودگی کے لیے فراہم کی جانے والی پاکستان کی حمایت ختم کی جائے۔ امریکہ کا سفارت خانہ بند کیا جائے، امریکہ اور دیگر مغربی سفارت کاروں کو ملک بدر کیا جائے۔ لیکن یہ اقدامات پاکستان کے موجودہ حکمران نہیں اٹھا سکتے۔ پاکستان کو نئے نظام حکمرانی کی ضرورت ہے، خلافت کی، جو ایسے مسلم حکمران پیدا کریں گی جن کی ترجیح صرف مسلمانوں کے مفاد ہونگے اور جو نہ صرف مسلم علاقوں سے حملہ آور امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کو نکال باہر کریں گے بلکہ مسلم امت کو دنیا کے امور میں عالمی مقام دلا دیں گے بالکل ویسے ہی جیسے وہ اس سے پہلے ایک ہزار سال تک دنیا کی عالمی طاقت تھی۔

سوال وجواب: قرض پر زکوۃ

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ایک فلسطینی یونیورسٹی میں کام کرتا ہوں، ہم اکثر زائد وقت (اور ٹائم) لگاتے ہیں مگر اس زائد وقت کے پیسے ہمیں فوراً نہیں ملتے بلکہ اس کو یونیورسٹی اپنے اوپر ہمارے قرضے کے طور پر اپنے پاس جمع کرتی ہے۔ بعض دفعہ ہم میں سے کسی بھی شخص کا بقایا زکوۃ کے نصاب سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے (کئی سال زائد وقت لگانے کی وجہ سے)۔ یہ قرضہ بھی جامد قرضہ نہیں بلکہ اس کو وصول کرنا ممکن ہے تاہم یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت وصول ہو گا۔ مثال کے طور پر میں نے گزشتہ چار سال سے زائد وقت (اور ٹائم) کی رقم نہیں لی اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کب یہ رقم وصول کروں گا۔ کیا اس مال پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر اس رقم کو وصول کرتے وقت ایک ہی بار زکوۃ ادا کی جائے گی ہے یا پھر ہر سال ادا کی جائے گی؟۔

نوٹ: زیادہ تر اساتذہ اس معاملے میں شش وپنج کا شکار ہیں اور شافی جواب کے منتظر ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔۔۔ ختم شد۔

معن الصرصور

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کے سوال سے یہ سمجھا ہوں کہ زائد وقت (اور ٹائم) کی اجرت کا مستحق بننا یونیورسٹی کے ساتھ اتفاق کے بعد ہے یعنی اس کام کے لیے آپ مقررہ اجرت کے مستحق ہیں جب یہ کام ہو جائے۔ اور اگر وہ یہ اجرت اسی وقت آپ کو نہ دیں تو یہ ان پر آپ کا قرضہ ہے۔۔۔ یہ "بونس" کے زمرے میں نہیں آتا یا یہ انعام نہیں کہ آپ کے اضافی کام پر وہ چاہیں آپ کو تھوڑا کچھ دیں یا زیادہ۔۔۔ اگر میں صحیح سمجھ رہا ہوں تو آپ کے سوال کا جواب کتاب ریاست خلافت کے محصولات میں ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"۔۔۔ اگر کسی شخص کا کوئی قرضہ ہو، وہ بھی کسی ایسے مالدار شخص پر جو ٹال مٹول نہ کرتا ہو، وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہو، تو سال گزرنے پر اس پر اس کی زکوۃ نکالنا فرض ہے۔ ابن عبید نے عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے: اگر قرض پر سال گزر جائے تو قرض کا بھی حساب کر لو اور اس کا بھی جو تمہارے پاس ہے، پھر ان سب کو جمع کر کے زکوۃ ادا کرو۔ عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ: اس قرض پر زکوۃ ہے جس کو اگر تم چاہو تو مقروض سے لے سکتے ہو، جو مالدار ہے اور آپ حیاء یا بناوٹ کی وجہ سے اس کو نہیں کہہ سکتے تو اس پر بھی زکوۃ ہے" اس کو ابو عبید نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن عمر سے روایت ہے: جس قرض کے ملنے کی تم امید کرتے ہو اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ ہے"۔

لیکن اگر قرضہ کسی غریب آدمی پر ہو یا ٹال مٹول کرنے والے مالدار پر، تو اس پر زکوۃ اس وقت تک نہیں جب تک وہ رقم آپ کے پاس نہ آجائے۔ جب وہ رقم واپس آجائے تو اس پر گزرے گزشتہ سارے سالوں کی زکوۃ نکالے گا۔ مشکوک قرض (جس کے متعلق یقین نہ ہو کہ واپس ملے گا یا نہیں) کے حوالے سے علی سے روایت ہے: "جب واپس مل جائے تو گزشتہ سارے سالوں کی زکوۃ ادا کرے"۔ ابو عبید نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن عباس نے بھی روایت کیا ہے:" اگر ملنے کی امید نہیں تو اس پر زکوۃ نہیں جب ملے تو زکوۃ ہے اور جیسے ہی ملے تو سارے سالوں کی زکوۃ ادا کریں"۔ کتاب محصولات کی عبارت ختم ہو گئی۔

یوں آپ کی اجرت، جس کو یونیورسٹی اپنے پاس رکھتی ہے، آپ کا ان پر قرضہ ہے۔ اس اجرت پر ابھی زکوۃ ادا کرنا واجب نہیں بلکہ جیسے ہی وصول ہو اس پر زکوۃ ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ آپ کو کب دی جائے گی، یعنی آپ جب چاہیں اس کو یونیورسٹی سے نہیں لے سکتے۔ اگر معاملہ ایسا ہے تو اس کو وصول کرنے کے بعد ہی زکوۃ فرض ہے، تب مال کے نصاب تک پہنچنے کی وجہ سے آپ کو گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرنی پڑے گی، صرف ایک سال کی زکوۃ ادا کرنا کافی نہیں بلکہ نصاب پورا ہونے کے بعد کے تمام سالوں کی زکوۃ ادا کریں گے۔۔۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ آپ کے مال واولاد میں برکت دے

آپ کا بھائی

عطا بن خلیل ابو الرشتہ

3 ذی القعدہ 1437 ہجری

بمطابق 6 اگست 2016

سوال وجواب: تفاوت اور اختلاف میں فرق

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہمارے محترم شیخ

کتاب نظام الاسلام (عربی شمارہ صفحہ نمبر 13) میں درج ہے، "کیونکہ انسانی جبلتوں اور جسمانی حاجات کو منظم کرنے کے بارے میں اس کا فہم تفاوت، اختلاف اور تضاد سے دوچار ہوتا رہتا ہے"۔ یہ میرا فہم ہے کہ تفاوت اور اختلاف مترادف الفاظ ہیں اور ان کے معنی اگر یکسر ایک جیسے نہیں تو قریب تر ہیں۔ تاہم ایک فرق دکھائی دیتا ہے کہ ہر تفاوت مذموم ہوتی ہے اسی لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کا انکار کیا، اور فرمایا: ما ترى في خلق الرحمن من تفاوت "تم اللہ سبحان وتعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تفاوت (بے ضابطگی) نہ دیکھوگے" (الملک:3)۔ اور اختلاف مذمت میں نہیں آتا، کیا یہ واضح نہیں کہ اللہ العزیز اور الغفار نے فرمایا: وله اختلاف الليل والنهار "اسی کے لیے ہیں رات اور دن کا بدلتے (اختلاف) رہنا" (المؤمنون:80)۔ چنانچہ اس طرح کا اختلاف فاعل کے مکمل علم کی بنیاد پر ہوتا ہے جبکہ تفاوت فاعل کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ احکام شریعہ اور عقائد میں تفاوت کا وجود نہیں اس کے برعکس احکام شریعت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن کچھ برادران کی رائے ہے کہ یہ دو الفاظ یکسر مختلف معنی رکھتے ہیں۔ اختلاف اس صورت میں بولا جاتا ہے جب آراء متعدد ہوں اور تمام درست ہوں اور سب ہی درست نتیجے تک پہنچتی ہوں، جبکہ تفاوت ایسی صورت کے لیے ہے جب آراء متعدد مگر آپس میں متناقض ہوں یعنی ایک درست ہو اور دوسری غلط، ایک درست نتیجے تک پہنچائے اور دوسری غلط تک۔

برائے مہربانی محترم شیخ! ان دونوں الفاظ (اختلاف اور تفاوت) کے معنی کی تفصیل اور وضاحت کر دیجیے جیسے کہ کتاب میں درج ہے۔

شوا کمل امام نظروف

جواب:

نظام الاسلام کے جس متن کی طرف آپ نے توجہ دلائی وہ درج ذیل ہے:

"انسانوں کے لیے رسولوں کی ضرورت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اپنی جبلتوں اور جسمانی حاجات کو پورا کرنا انسان کی ضرورت ہے۔ اگر ان جبلتوں اور جسمانی حاجات کا پورا کرنا کسی نظام کے بغیر ہو، تو یہ غلط اور خلافِ معمول ہونے کی وجہ سے انسان کی بدبختی کا سبب بن جائے گا۔ لہٰذا ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے، جو انسان کی جبلتوں اور جسمانی حاجات کو منظم انداز سے پورا کرے۔ یہ نظام انسان نہیں بنا سکتا کیونکہ انسانی جبلتوں اور جسمانی حاجات کو منظم کرنے کے بارے میں اس کا فہم تفاوت، اختلاف اور تضاد سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح وہ اس ماحول سے بھی متاثر ہوتا ہے، جس میں وہ رہ رہا ہو۔ پس اگر نظام کا بنانا انسان پر چھوڑ دیا جائے تو اس نظام میں تفاوت، اختلاف اور تضاد ہوگا اور یہ انسان کی بدبختی کا سبب بن جائے گا۔ چنانچہ نظام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے"۔

یہ متن انسان کے فہم کے بارے میں ہے جو وہ اپنی جبلتوں اور عضویاتی حاجات کے نظم وضبط سے متعلق رکھتا ہے اور اس میں یہ وضاحت ہے کہ یہ انسانی کج فہمی چار امور کی بنا پر جبلتوں اور عضویاتی حاجات کے نظم و ضبط کے حوالے سے انسانی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور نتیجتاً یہ فہم نہ سیدھے اور نہ ہی صحیح راستے پر پہنچتا ہے۔۔۔ یہ چار امور اگرچہ فہم سے ہی متعلق ہیں لیکن یہ ایک حقیقت نہیں۔۔۔

اس سے پہلے کے مزید تفصیل میں جایا جائے اس بات کی طرف توجہ از حد ضروری ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ ان چار امور کی وجہ سے ایک شخص کی جبلتوں کے نظم وضبط سے متعلق سوچ اور فیصلہ دو مختلف اوقات پر دو مختلف آراء پر انجام پذیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہی چار امور کی وجہ سے دو مختلف اشخاص کی ایک ہی موضوع پر دو متضاد آراء بن جائیں۔ چنانچہ درج ذیل وضاحت دونوں صورتوں کے لیے برابر قابلِ قبول ہے چاہے اس کا تعلق ایک ہی شخص کی مختلف جگہ یا مختلف وقت پر متضاد فیصلہ ہو یا دو اشخاص کے مابین متضاد رائے۔

جہاں تک معنوی تفصیل کا تعلق ہے تو وہ درج ذیل ہے۔

1- جبلتوں کی تنظیمی فہم میں تفاوت کا مطلب اس معاملے میں متفرق آراء کا پایا جانا ہے۔ ایسی آراء جو کہ ایک دوسرے سے یکسر جدا ہوں اور بالعموم ان آراء میں نقائص اور ادھورا پن جہالت (ناواقفیت / نابلد) اور سراسیمگی یا الجھن کی وجہ سے یا کسی ایک ایسے بنیادی اصول کی غیر موجودگی پر وہ رائے اختیار کی گئی ہو، چاہے ان آراء کا متفرق ہونا ایک ہی شخص کی جانب سے ہو جیسے دو مختلف اوقات اور جگہوں پر متضاد رائے اپنانا، یا پھر دو اشخاص سے ان کا ظہور ہونا ہو۔ چنانچہ جبلتوں کی تنظیم سے متعلق آراء میں تفاوت کا مطلب ان آراء میں حد درجہ فرق ہونا ہے اور دونوں

آراء کسی عقلی معیار سے خالی ہوتی ہیں بلکہ ان آراء کے مابین دوری اس معاملہ سے نابلد ہونا(جاہل)اور الجھن کی وجہ سے ہے۔چنانچہ اکثر و بیشتر جبلتی تنظیم سے متعلق ہر دو آراء غلط ہونگی، کسی ایک کا درست واقع ہونا شاذ ہے اور دونوں کا درست ہونا قطعاً محال ہے۔اس کی وجہ لفظ تفاوت کا لغت میں استعمال ہے جو ہر دو نقطہء نظر میں جہل اور الجھن کی بناپر انتہائی متفرق آراء تک پہنچائے۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ تفاوت کا یہ معنی لوگوں کے مفاہیم اور آراء سے متعلق ہے۔۔۔جہاں تک اللہ سبحان وتعالیٰ کی کائنات میں مخلوقات کی بات ہے توان میں کوئی تفاوت نہیں کیونکہ تفاوت تو نقائص اور ادھورے پن سے مرکب ہے اور یہ جہل اور الجھن سے پاک نہیں اور اللہ ذوالجلال کی تمام مخلوقات ایسی خصلت سے پاک ہیں۔ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ "یادرکھو مخلوق بھی اسی کی اور فرمانروائی بھی،بڑا ہی برکتوں والا ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے" (الاعراف:54)۔جبکہ مخلوقات کی شکل وصورت میں نظر آنے والا فرق جیسے سورج اپنی ہیئت میں چاند سے مختلف ہے اور دن رات سے مختلف ہے، شکل وصورت کا یہ فرق تمام مخلوقات میں موجود ہے۔وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ "اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔"(الرعد:8)وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا "اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔"(الفرقان:2)

مختار الصحاح کی لغت کے مطابق:

ف وت:

فاتہُ:اس نے کچھ کھو دیا

تفاوَتَ:فرق نے ان کے درمیان فاصلے بڑھادیے

اور المحیط لغت کے مطابق:

فاتہُ:اس نے معاملہ کھو دیا فوتاً/ فواتاً:وہ چیز اس سے گزر گئی۔دو چیزیں علیحدہ ہوئیں

تفاوَتَ:فرق نے ان کے درمیان فاصلے بڑھائے

اور اللہ سبحان وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمنِ من تَفَاوتٍ "تم اللہ کی مخلوق میں کچھ نقص نہیں دیکھوگے"(الملک:3)۔اس آیت میں تفاوت کا مطلب نقص ہے۔

لسان العرب کے مطابق:

فوت،الفوْت،الفوات:"فاتني"کوئی مجھ سے گزر گیا اور"فتَّہ"یعنی وہ اس سے گزر گیا۔اور اللہ العزیز نے فرمایا:مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمنِ من تَفَاوتٍ "تم اللہ کی مخلوق میں کچھ نقص نہیں دیکھو گے"(الملک:3)۔اس آیت میں تفاوت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی تخلیقِ سمآء میں اختلاف اور الجھن نظر نہیں آئی گی،"تفاوتَ"فرق نے ان کے درمیان فاصلے بڑھادیے۔

2- اور انسان کے جبلتی تنظیمی فہم میں اختلاف کا مطلب دراصل لوگوں کے اصول و معیار میں فرق کی وجہ سے طرح طرح کی آراء کا ہونا ہے۔تو پھر جب ایک فرد مال کی ملکیت کی وجوہات دیکھتا ہے اور ان کو اپناتا ہے اسی طرح اس میں اضافے کی بھی وجوہات تسلیم کرتا ہے اور ان کی تبنی کر کے ان پر عمل پیرا ہوتا ہے جبکہ ایک دوسرا فرد پہلے والے سے ہٹ کر وجوہات دیکھتا ہے اور ان کو اپناتا ہے۔۔۔۔چناچہ اب ممکن ہے کہ جن اصول ومعیار کی بنیاد پر ان آراء کا حصول ہوا ان کے مطابق اب یا تو یہ اختلاف درست ہے یا پھر غلط کیونکہ آخرکار یہ آراء منتخب (مخصوص)اصول سے اخذ شدہ ہیں اور انہی اصولوں پر تعمیر کردہ سوچ اور منصوبہ بندی سے ان تک پہنچا گیا۔تب ہی مفکرین کے گروہ اور نظریاتی طبقات میں اختلاف پایا گیا۔چنانچہ یہ نظریات اپنی فکری اساس کی بنیاد پر اب یا تو درست ہونگیں یا پھر غلط۔اور یہ بھی ممکن ہے درستگی اور غلطی کے شائبے دونوں آراء میں موجود ہوں اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کے دونوں ہی غلط ہوں۔

معجم الفروق اللغوية میں آیا ہے کہ اشیاء میں اختلاف اور نظریاتی طبقات (گروہ) میں اختلاف میں فرق یہ ہے کہ نظریاتی مخاصمت دار گروہ باہمی متناقض آراء اخذ کرتے ہیں جبکہ اشیاء میں اختلاف اس امر کے لیے ہے کہ ایک چیز دوسرے کی بدل (قائم مقام)نہ بن سکے۔اور ایسا

بھی ممکن ہے کہ نظریاتی طبقات میں ہر اختلافی رائے غلط ہو جیسے کہ یہود اور عیسائیوں میں حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اختلاف ہے۔

اختلاف کے حوالے سے لسان العرب (9/91) میں آیا ہے کہ اختلافی معاملات ایسے دو معاملات ہیں جن کا آپس میں اتفاق ممکن نہ ہو۔ جو کبھی برابر نہ ہو سکتے ہوں اسی لیے ایسے میں کہا جاتا کہ انہوں نے اختلاف کیا اور متفق نہیں ہوئے۔

3- تناقض: افراد کے فہم اور فیصلوں میں ایسا فرق ہو کہ ایک رائے دوسرے کی ہر لحاظ سے مکمل ضد ہو یعنی ایک رائے دوسرے کا بطلان ثابت ہو۔

لسان العرب (7/242) کے مطابق ن ق ض: النّقضُ- یعنی ایک دستخط شدہ (پختہ) عہد نامہ کی منسوخی یا (بِنا) اس کے وجود ہی سے انکار کرنا (عمارت کا ڈھا دینا)۔

اور الصحاح میں آیا ہے کہ النّقضُ کہتے ہیں عہد یا میثاق یا عمارت کے توڑنے کو اور تناقض تکمیل کی ضد ہے۔

اب تینوں کے استعمال میں فرق کو واضح کرنے کے لیے جبلت بقاء کی مثال لیتے ہیں جس کے مظاہر میں سے ایک مظہر ملکیت ہے: چنانچہ اس معاملے میں اختلاف یہ ہے کہ اس ملکیت میں اضافہ کے لیے شراکت داری "العنان" (جب کچھ فریق محنت اور سرمایہ کے ساتھ کمپنی کا قیام کریں) کی بنیاد پر ہو یا پھر شراکت Stocks (جب سب فریق صرف سرمایہ کے ساتھ شریک ہوں) کی بنیاد پر ہو۔ یہ دونوں آراء مختلف بنیاد سے ہیں۔۔۔۔

تفاوت یہ ہو گی جب ان میں سے ایک ملکیت کی کوئی حد مقرر نہ کرے اور دوسرا ملکیت کی حد بندی کرے کہ صرف اس قدر مال کا مالک بن سکتا ہے جو زندگی گزارنے کے لئے کافی ہو۔۔۔۔۔۔

یہ چار عناصر انسانی جبلتوں اور عضویاتی حاجات کی تسکین کی تنظیم کے لیے کسی بھی انسانی کاوش پر ضرور اپنے نقوش چھوڑتے ہیں۔ تو پھر انسانی فیصلے ضرور تفاوت، اختلاف، تناقض اور ماحول کے اثر و رسوخ سے عفونت زدہ ہونگے

اور تناقض ہو گا جب ایک تو انفرادی ملکیت کے جواز کا قائل ہو اور دوسرا ایسی ملکیت کا انکاری ہو۔

4- ماحول سے اثر لینا: یہ چوتھا عنصر ہے جو انسانی فہم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ ہر کوئی ایک مخصوص ماحول میں پلتا بڑھتا ہے جس میں پہلے ہی سے رائج اور غالب فیصلوں پر کسی میں مثبت یا منفی رجحانات کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ ماحول ہی کے اثر کے تحت ایک طرف مداح والی بات کسی دوسرے ماحول میں ناقابل ستائش ہو سکتی ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے ماحول میں رائج مظاہر سے اتنی نفرت ہو کہ ان سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ تو پھر جبلتوں کے لیے تنظیمی ڈھانچہ اگر انسان پر چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے کہ اس کا ماحول اس کے فیصلوں کے لیے ماخذ ثابت ہو۔ اس لیے بالکل نا مناسب اور غلط ہے کہ حالات سے احکام اخذ کیے جائیں بلکہ حالات کو حل کے استخراج کے لیے موضوع بحث ہونا چاہیے نہ کہ ماخذ۔

یہ چار عناصر انسانی جبلتوں اور عضویاتی حاجات کی تسکین کی تنظیم کے لیے کسی بھی انسانی کاوش پر ضرور اپنے نقوش چھوڑتے ہیں۔ تو پھر انسانی فیصلے ضرور تفاوت، اختلاف، تناقض اور ماحول کے اثر و رسوخ سے عفونت زدہ ہونگے۔ چنانچہ عقلِ انسانی ایسی کسی تنظیم دینے سے قاصر ہے جو کہ اس کی جبلتوں اور عضویاتی ضرورتوں کی صحیح تسکین کا سبب بن سکے۔ جبکہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نظام انسان کے خالقِ مدبر کی طرف سے ہے اور اس کی ذاتِ پاک ان چار عناصر سے مبراء ہے۔ پس یہ ہی صحیح نظام ہے جس کے مطابق چلنا چاہیے۔ یہ ہی حق ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ "اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟" (یونس: 32)۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

30 ذوالقعدہ 1437 ہجری

02/09/2016

سوال وجواب: امریکی صدارتی انتخاب میں ٹرمپ کی جیت!

سوال:

ایک سوال ہے جس کا مجھے اطمینان بخش جواب نہیں ملا، اوروہ یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ ٹرمپ نے ہیلری کو اتنے بڑے فرق سے ہرا دیا جبکہ 8 نومبر 2016 کے ہونے والے انتخابات سے قبل انتخابی سروے اس طرف اشارہ کررہے تھے کہ ہیلری کلنٹن ٹرمپ سے واضح طور سے آگے تھیں۔اس کے علاوہ انتخابی مہم کے دوران ٹرمپ کے بیانات ہر محاذ پر بہت ہی جوشیلے اور سخت تھے۔یورپ، چین، سعودی عرب یا عمومی طور پر مسلمان یا پھر کوریا ہی کیوں نہ ہو سب ہی زد میں تھے۔کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ شام میں امریکہ کی پالیسی بدلے گی؟ شکریہ اور اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب:

اوپر کیے گئے سوالات کے جوابات کی حقیقت کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کا احاطہ کرنا ضروری ہے:

1۔امریکہ کے انتخابی قانون کے مطابق ایک الیکٹورل کالج تشکیل پاتا ہے جس میں ہر سٹیٹ کے ووٹ ہوتے ہیں جو کہ کل 538 انتخاب کنندہ پر مشتمل ہوتا ہے۔یہ اس معمول کے انتخابی طریقہ کار کے برعکس ہے جس میں انتخاب لوگوں کی آراء اور ووٹوں کی گنتی پر منحصر رہتا ہے۔جو امیدوار ایک سٹیٹ کے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرتا ہے چاہے وہ ایک فی صد ہی کی برتری سے کیوں نہ ہو وہ اس سٹیٹ کے تمام الیکٹورل ووٹ حاصل کرلیتا ہے۔مثلاً اگر ایک سٹیٹ کی آبادی 20 لاکھ ہے اور الیکٹورل کالج میں اس کے 20 ووٹ ہیں اور ایک امیدوار جیت جاتا ہے تو اگر ایک امیدوار کو مثال کے طور پر 51 فیصد ووٹ ملے ہیں اور دوسرے کو 49 فیصد، تو 51 فی صد ووٹ حاصل کرنے والے کو اس سٹیٹ کے سارے 20 انتخابی ووٹ مل جائیں گے نہ کہ صرف اصل ووٹوں کا وہ تناسب جو اس نے حاصل کیے تھے ۔ یعنی اس کو صرف (10.2=51٪*20) تقریباً 11 ووٹ اور دوسرے کو 9 ووٹ ہی نہیں ملے بلکہ اس کو سارے 20 ووٹ حاصل ہو گئے۔

> ری پبلکن ایک ماحول بنا رہے تھے کہ امریکہ کو بچانے کے لیے اس میں تبدیلی بہت ضروری ہے کیونکہ ڈیموکریٹ دور حکومت میں عالمی سطح پر امریکہ کی سیاسی و فوجی طاقت کا معیار گرتا نظر آرہا ہے

اس طرح سے ایک امیدوار زیادہ تر مقبول ووٹ حاصل کرسکتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ الیکٹورل کالج کے ووٹوں میں اکثریت حاصل نہ کرسکے کیونکہ اس کا انحصار صوبے کی گنجان آبادی ، الیکٹورل کالج کے ووٹوں میں اس کے طے شدہ اعداد کے حصّے اور جس تناسب سے ایک امیدوار دوسرے سے جیتتا ہے، پر ہوتا ہے۔

اس طرح سے انتخابی جائزے یا سروے مقبول ووٹوں پر تیار کیے جاتے ہیں نہ کہ الیکٹورل کالج کے ووٹوں پر اور اس طرح سے مقبول ووٹوں کی اکثریت، الیکٹورل کالج کے ووٹوں کی اکثریت سے ہو سکتا ہے میل نہ کھائے اور یہی واقعتاً ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔"کلنٹن نے 47.6 فیصد سے 60،556،142 کے اکثریت ووٹ حاصل کیے جبکہ اس نے 232 الیکٹورل کالج ووٹ حاصل کیے۔۔۔ٹرمپ نے 47.3 فیصد سے 60،116،240 مقبول ووٹ حاصل کیے جو کہ کم تھے لیکن پھر بھی اس نے 306 اکثریت الیکٹورل کالج کے ووٹ حاصل کیے۔۔۔"(2016 کے امریکی صدارتی انتخابات-8 نومبر 2016)

دوسری جانب اس معاملے میں ایک امیدوار کا معاشی و سیاسی اثرورسوخ بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ہر امیدوار اچھے اور برے اعمال کو خاطر میں لائے بغیر اپنی توانائیاں سرف کرتا ہے اور یہ سب ووٹروں کو کسی خاص سمت میں متحرک کرنے میں اثرانداز ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر ایف بی آئی کے ڈائریکٹر نے انتخاب سے 11 دن قبل کلنٹن کے ای میل کے استعمال کے بارے میں ایک تفتیش کا اعلان کیا۔۔(بی بی سی عربی،13 نومبر 2016) ۔ اس معاملے کا اثر انتخابات پر پڑا یہاں تک کہ کلنٹن نے بیان دیا کہ "انتخاب سے کچھ دن قبل ان کی بحیثیت سیکریٹری آف سٹیٹ ای میل کے استعمال کے حوالے سے تفتیش کے اعلان نے ان کی مہم کو کافی سیاسی نقصان پہنچایا"، انہوں نے مزید کہا" کومی کے خط نے شکوک پیدا کیے جن کی کوئی بنیاد نہیں تھی، انہوں نے بیان دیا کہ مجھ پر کوئی الزام نہیں لگنا چاہیے لیکن اس کا منفی اثر انتخابی نتیجے پر پڑا"(بی بی سی عربی، 13 نومبر 2016)۔

اس کے علاوہ ری پبلکن ایک ماحول بنا رہے تھے کہ امریکہ کو بچانے کے لیے اس میں تبدیلی بہت ضروری ہے کیونکہ ڈیموکریٹ دور حکومت میں عالمی سطح پر امریکہ کی سیاسی و فوجی طاقت کا معیار گرتا نظر آ رہا ہے۔ مثلاً ایک کتاب جس کو امریکہ کے سابق نائب صدر ڈک چینی اور ان کی بیٹی سابق نائب اسسٹینٹ سیکریٹری آف اسٹیٹ لز چینی نے اپنی کتاب 'Exceptional: Why the World Needs a Powerful America' جس کے کچھ اقتباسات اپریل میں شائع ہوئے تھے (رائٹرز 8 اپریل 2016) اور جس کو انتخاب سے دو مہینے قبل ستمبر میں شائع کیا گیا، اس میں وہ لکھتے ہیں "بد قسمتی سے آج جب واضح اور حقیقی دہشت گرد خطرے کا سامنا کر رہے ہیں جو تیزی سے بڑھ رہا ہے، صدر اوباما نے ہماری طاقت کو بہت زیادہ کمزور کر دیا ہے، اور امریکہ کے حلیفوں کو چھوڑ دیا اور دشمنوں کی حوصلہ افزائی کی"۔ یہ سب معاشی حلقے، سیاسی اشرافیہ کے اثرات اور ہر امیدوار کی مخفی قوّت کے علاوہ ہے! اور پھر یہودی لابی کا استعمال تا کہ ان کے ووٹ جیتے جا سکیں۔ یہودی اخبار اسرائیل ہا یوم (Israel HaYom) کو 5 نومبر 2016 میں شائع ایک انٹرویو میں ٹرمپ نے کہا کہ "یہودیوں اور ان کی ریاست کے لیے اس کی محبت بہت عرصے سے ہے"۔ اس نے کہا "ہم اسرائیل کا تحفظ کریں گے اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اسرائیل اس علاقے میں ایک امّید کی کرن ہے اس لیے بہت اہم ہے"۔ ٹرمپ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کریں گے۔

2۔ سرمایہ دارانہ ممالک میں انتخابی مہم بالخصوص امریکہ میں امیدواروں کے 'کپڑے کھلے میں ٹانگنے' کے مساوی ہے کیونکہ ان کو کسی بھی طرح کی رسوا کن چہ مگوئیوں، توہین اور گالیوں کی پرواہ نہیں ہوتی اور لوگ امیدواروں کے تمام نقائص اور گناہوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ بہر حال اس بار کی انتخابی مہم نے پچھلی تمام مہمات کو پیچھے چھوڑ دیا اور یہ امیدواروں کی پست حالت کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے اور ان کے مبالغہ آمیز خطابات کے زوال کو ظاہر کرتا ہے۔

اس مہم میں ذاتی الزامات، ساکھ پر شدید ترین

> **امریکہ کے سابق سیکریٹری کولن پاول نے ری پبلکن کے صدارتی امیدوار کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک "قومی ذلّت اور عالمی اچھوت ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگوں کے لیے ہیلری کلنٹن ایک لاپرواہ اور صدارت کے لیے غیر موزوں امیدوار سمجھی جاتی تھی**

سوالات اٹھائے گئے اور اس سے یہ ظاہر تھا کہ ان کے پاس امریکہ کے بدتر ہوتے ہوئے مسائل کے لیے کوئی نئے خیالات اور موثر حل موجود نہیں ہیں۔ ان کے لیے بس دو برائیوں میں سے کم برے کا انتخاب تھا۔ یہ امریکہ کی حد درجے کی پستی کو ظاہر کرتا ہے، اس کی داخلی و معاشی مسائل اور بحران اور امریکی سماج میں بڑھتی ہوئی تقسیم کو ظاہر کرتا ہے جو کہ ٹرمپ کے تبصروں سے اور زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔۔۔ ری پبلکن جماعت کے ایک رکن اور امریکہ کے سابق سیکریٹری کولن پاول نے اپنے اس جماعت کے صدارتی امیدوار کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک "قومی ذلّت اور عالمی اچھوت ہیں" (بی بی سی عربی، 14 ستمبر 2016)۔ دوسری طرف کچھ لوگوں کے لیے ہیلری کلنٹن ایک لاپرواہ اور صدارت کے لیے غیر موزوں امیدوار سمجھی جاتی تھی۔ اس کا ثبوت ان کا اپنے ذاتی ای میل سرور سے سیکریٹری آف اسٹیٹ کی مدت ملازمت میں خفیہ معلومات کا ارسال کرنا ہے۔ ایف بی آئی نے ہیلری کلنٹن کی تفتیش کرنی شروع کر دی تھی (ان کی ای میل کے تعلق سے، جب وہ سیکریٹری آف اسٹیٹ تھیں۔۔۔ اور شعبہ عدلیہ اس بات پر غور کر رہا ہے کہ کیا اس کا یہ عمل جرم کے زمرے میں آتا ہے ؟) (بی بی سی عربی 2 جولائی 2016)۔ یہ سب امریکہ کی انحطاط پزیری کو ظاہر کرتا ہے جس کی گرفت میں وہ اب آنے لگا ہے۔ ان دو کے علاوہ اور کسی قابل قبول امیدوار کا فقدان اپنے آپ میں امریکہ کے طے شدہ زوال کو ظاہر کرتا ہے۔ 'کپڑوں کو کھلے میں ٹانگنا' فقرہ ان سب باتوں سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

جہاں تک ان بیانات کا عملی صورت اختیار کرنے کا تعلق ہے تو یہ بیانات اس لحاظ سے محض خالی خولی بیانات ہی ہیں سوائے اس کے کہ یہ ری پبلکن کے تکبّرانہ مزاج اور ڈیموکریٹک جماعت کے پر فریب انداز سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لیے انتخابات کے بعد انتخابی جملوں کو کسی بھی امیدوار کی پالیسی کا معیار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کو محسوس بھی کیا گیا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے جب اوباما نے چیخ چیخ کر اپنی انتخابی مہم کی تقاریر میں گوانتاناموبے قید خانے کو بند کرنے کا اعلان کیا تھا مگر دو بار صدر رہنے کے بعد بھی وہ قید خانہ ابھی بھی موجود ہے! اور اب ٹرمپ نے بھی

انتخاب جیتنے کے بعد اپنے بیانات کی تشریحات کرنی شروع کر دی ہے۔

۔ٹرمپ نے دسمبر 2015 میں مسلمانوں کے "امریکہ میں داخلے پر قطعی اور مکمّل پابندی، ان کے مذہب کے نام کے ساتھ شناختی کارڈ کو رائج کرنے، ان کا ڈیٹا بیس واضح کرنے اور مساجد کی کڑی نگرانی کرنے" کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر بعد میں اپنے اس وعدے کے متعلق کہا کہ "یہ ایک سفارش سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔۔۔" (الجزیرہ، 11 نومبر 2016)۔ لیکن یہ طے ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس طرح سے ڈراتا دھمکاتا رہے گا بھلے ہی وہ ان مطالبات کا نفاذ نہ بھی کرے۔ یہ بھی غیر متوقع ہے کہ ایران سے ہوئے نیوکلیئر سمجھوتے کو اس کے کہنے کے مطابق وہ ختم کر دے گا بلکہ عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے اس نے ایسا کڑا رخ اختیار کیا ہے مگر وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ ایران امریکہ کے منصوبوں کے نفاذ کے لیے کتنا اہم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سے اپنے اقوال کی تردید کرتا ہے یا اپنے حریف گروہوں کو اپنی بیان بازی سے خوف زدہ کرنا چاہتا ہے اور امریکی عوام کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور ان کے جذبات کو مشتعل کر کے ان کو یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ وہ ایسا کارنامہ انجام دے گا جو اس کے پیش رو آج تک نہ کر سکے۔ اس نے یہ طرز عمل دھوکہ دینے کے لیے اختیار کیا ہے تاکہ امریکہ کی خامیوں اور اپنے منصوبوں کو نافذ کرنے سے قاصر ہونے کی کمزوری پر پردہ ڈال سکے۔

۔امریکی منتخب صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے سی بی ایس کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ وہ امریکہ سے 30 لاکھ غیر قانونی تارکین وطن (immigrants) کو نکال باہر کرے گا۔۔۔ اس نے آگے کہا کہ "ہم مجرموں اور مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے اشخاص، گینگ ممبروں، منشیات کے تاجروں جو کہ بہت بڑی تعداد میں ہیں شائد 20 لاکھ یا 30 لاکھ کے قریب ہیں، ان کو حراست میں لیں گے۔ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں گے یا پھر ان کو قید میں ڈال دیں گے۔ لیکن ہمیں انہیں ملک سے باہر کرنا ہے، وہ یہاں غیر قانونی طور پر رہ رہے ہیں"۔

ری پبلکن منتخب صدر نے کہا کہ ایک بار سرحدیں مضبوط ہو جائیں پھر امیگریشن (immigration) ملازمین امریکہ میں رہنے والے غیر دستاویزی تارکین وطن کا تعیّن کریں گے۔۔۔ میکسیکو اور امریکہ کے درمیان دیوار بنانے کے مسئلے پر ٹرمپ نے کہا کہ جو دیوار وہ میکسیکو کی سرحد پر بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا کچھ حصّہ باڑھ پر مشتمل ہو سکتا ہے، اس نے کہا "اس میں کچھ باڑھ ہو سکتی ہے اور باقی کچھ علاقوں میں دیوار بنانا ہی مناسب رہے گا اور میں اس میں بہت ماہر ہوں۔۔۔ اسی کو تعمیر کہتے ہیں۔۔۔" (سی بی ایس، الہورہ، 13 نومبر 2016)

> جہاں تک اہم معاملات میں سابق صدر کے دور میں بنائیں گئیں پالیسیوں میں تبدیلی کا سوال ہے تو اس کے موٹے موٹے خدوخال تو کسی طور پر بدلنے کی توقع نہیں ہے لیکن انداز اور طریقے میں تبدیلی آسکتی ہے۔

)۔ صاف طور سے وہ اپنے بیانات میں جوڑ توڑ کر رہا ہے؛ اسی لیے اس نے ملک بدری کے معاملے میں 30 لاکھ کہا پھر اس کی تشریح کرنے کے لیے رجوع کیا اور کچھ بیان سے خارج کیا اور دیوار والے مسئلے میں کبھی تھوڑی دیوار تو کبھی تھوڑی باڑھ کی بات کی۔۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دھمکی اور حملہ کرنا اس کا انداز ہے اور جب چاہے وہ اس سے پیچھے بھی ہٹ سکتا ہے۔

۔ٹرمپ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ "ناٹو اب منسوخ ہو چکی ہے" اور اس نے یہ بھی نکتہ ظاہر کیا کہ اگر ان پر روس حملہ آور ہوتا ہے تو واشنگٹن کی اپنے یورپی حلیفوں سے وابستگی اتحاد (alliance) کے بجٹ کے لیے مالی شراکت پر مشروط ہو گی (اے ایف پی، الخلیج اخبار، 11 نومبر 2016)۔

اسی دوران موجودہ امریکی صدر باراک اوباما نے کہا: "ٹرمپ نے انہیں بتایا کہ وہ ایک مضبوط اور پائیدار ناٹو اتحاد کے لیے پابند رہیں گے۔۔۔ (بی بی سی، 14 نومبر 2016)۔

3۔ جہاں تک اہم معاملات میں سابق صدر کے دور میں بنائیں گئیں پالیسیوں میں تبدیلی کا سوال ہے تو اس کے موٹے موٹے خدوخال تو کسی طور پر بدلنے کی توقع نہیں ہے لیکن انداز اور طریقے میں تبدیلی آسکتی ہے۔ امریکی نظام کئی اداروں کی گرفت میں ہے اور ہر ادارے کی طاقت گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے، مثال کے طور پر صدر اور اس کی انتظامیہ، پنٹاگون، کانگریس، نیشنل سیکیورٹی کونسل اور سیکیورٹی سروسز۔۔۔۔۔ اور اس کا اثر امریکی پالیسی کے خاکے کو بنائے رکھنے میں پڑتا ہے جو کہ مختلف انداز اور طریقوں کے باوجود بھی مستقل رہتی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرنے کے لیے میں شام پر بات کروں گا جس کے متعلق سوال میں پوچھا بھی گیا ہے:

۔اوباما بشار کی تائید کرتے ہیں مگر اس کو کھلے طور پر نہیں کہتے۔۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ شام میں بشار کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔۔۔ بشار سے کوئی گفت و شنید نہیں

ہو سکتی۔۔۔ ہمیں بشار سے گفت و شنید کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن عبوری دور میں اس کی موجودگی نہیں ہو گی۔۔۔ ۔ عبوری دور میں اس کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اس کے بعد شام کی حکومت میں اس کا کوئی کردار نہیں ہے۔۔۔ اور آخر میں اوباما نے کہا کہ وہ بشار کے صدارتی انتخاب میں حصّہ لینے پر معترض نہیں ہیں!! جبکہ ٹرمپ بے باکی سے کہتا ہے؛ بشار دہشت گردی سے لڑ رہا ہے اس لیے وہ ایک فعال جزء ہے اور ہماری فوقیت دہشت گردی کا استحصال ہے نہ کہ بشار کا۔ گارجین اخبار نے کہا کہ ٹرمپ نے زور دے کر کہا کہ روس اور شام کا اتحاد داعش کو شکست دینے کے لیے ایک لائق ترجیہ پالیسی ہے تا کہ شام کے بحران سے نپٹا جا سکے۔ ٹرمپ کو وال اسٹریٹ جرنل میں ایک بیان دیتے ہوئے سنا گیا کہ وہ اسد کو بالکل پسند نہیں کرتا" لیکن شدّت پسندی جو کہ وہاں کی خانہ جنگی میں پروان چڑھی ہے جس سے امریکہ کو خطرہ ہے، اس کے خاتمے کے لیے اس کی حکومت کو مستحکم کرنا اشد ضروری ہے" (الجزیرہ 13 نومبر 2016)۔ جولائی میں نیو یارک ٹائمز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں ٹرمپ نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا" میں یقین رکھتا ہوں کہ بشار سے چھٹکارا پانے سے پہلے ہمیں داعش کو ٹھکانے لگانا ہو گا"۔ جہاں تک اس کے انتخابی بیانات میں کیے گئے اس وعدے کا تعلق ہے کہ وہ دسیوں ہزاروں امریکی سپاہیوں کو شام اور عراق میں داعش سے جنگ کرنے کے لیے بھیجے گا تو اس نے اس کے بارے میں کہا کہ وہ ان کے ساتھ ناٹو افواج کو بھی بھیجے گا۔۔۔ نیوز ایجینسیوں نے ٹرمپ کے تبصروں کو بیان کیا کہ اس نے کہا" ہم فوجی طاقت اسی صورت میں استعمال کریں گے جبکہ امریکہ کی قومی حفاظت کو یقینی بنانا ہمارے نقطہ نظر سے بہت اہم ہو جائے"۔ یہی وہ چیز ہے جو ہر سلف و خلف امریکی صدر کہتا آیا ہے اور ان کو قومی حفاظت کے بودے بہانے کی خاطر کسی بھی ملک پر ظالمانہ حملہ کرنے میں کوئی تامّل نہیں رہا چاہے وہ کھلم کھلا جھوٹ پر ہی مبنی کیوں نہ ہو!۔

۔اوباما نے موثر ہتھیاروں کی رسد شامی اپوزیشن کو اس ڈر سے روکے رکھی کہ کہیں یہ دہشت گردوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔۔۔۔ اور ٹرمپ اوّلاً شامی اپوزیشن کو ہتھیار دینے کا مخالف ہے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ دہشت گردوں کے ہاتھ لگیں گے یا نہیں۔ گارجین اخبار نے لکھا کہ ٹرمپ نے ظاہر کیا کہ وہ شام میں مسلح شامی اپوزیشن کو، ان کی مدد کی درخواست کے باوجود، ان کو دی گئی تائید و تعاون کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے (الجزیرہ 13 نومبر 2016)۔

> **اوباما اور ٹرمپ دونوں امریکہ کے مفاد کے تحفظ کے لیے روس سے مراسم رکھنا چاہتے ہیں بس دونوں کے طریقہ کار الگ ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں روس کی ایک یورپی یا مغربی ملک بننے کے احساس کمتری اور پھر سے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر کے ایک عالمی طاقت بننے کی خواہش نے اہم کردار ادا کیا ہے۔**

۔اوباما نے یورپ کو بھی شام کے مسئلے میں مداخلت سے خارج رکھا، اسی طرح اس نے لوسین کو بھی اس سے خارج کیا لیکن دوسرے دن ان کی خوشنودی کے لیے ان سے ملاقات کرتا ہے لیکن اس ملاقات کے نتیجے میں یورپ کا کردار نہ تو آگے بڑھتا ہے اور نہ ہی ان کا غصہ کم ہوتا ہے۔ لیکن ٹرمپ یورپ کی خوشنودی کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ یورپ کو بری طرح سے ڈانٹ پلاتا ہے اور ان کی ناراضگی کی شدّت کے باوجود ان کے ردّ عمل کی پرواہ نہیں کرتا۔ فرانس کے صدر ہولینڈ نے ٹرمپ کے بارے میں کہا" وہ ہم سب کو ابکائی دلوانا چاہتے ہیں"۔ اور برطانیہ کے خارجہ سیکریٹری بورس جانسن نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ" وہ بالکل دماغ سے خالی ہیں"۔ اٹلی کے وزیر اعظم رینزی ٹرمپ کو ایک ایسا آدمی سمجھتے ہیں جو"ڈر کی پالیسی میں یقین رکھتے ہیں"۔ یورپ کی پارلیمینٹ کے صدر مارٹن شلز نے کہا" ٹرمپ صرف ای یو کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم کے لیے ایک مسئلہ ہیں" (اشرق الاوسط 11 نومبر 2016)۔ جرمنی کی وزیر دفاع ارسلاون درلین نے 11 نومبر 2016 کو جرمن ٹی وی ZDF کے ذریعہ ٹرمپ کو مخاطب کر کے اُس کے اِس بیان کہ "اگر ان پر روس حملہ آور ہوتا ہے تو واشنگٹن کی اپنے یورپی حلیفوں سے وابستگی اتحاد(alliance) کے بجٹ کے لیے مالی شراکت پر مشروط ہو گی" کے بارے میں کہا کہ "یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی کہہ سکے کہ ماضی میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔۔ جن اقدار کے ہم خوگر ہیں وہ میرے لیے بے معنی ہیں۔۔ بلکہ اس سے (NATO) جتنا ہو سکے پیسہ نکلوا لیں۔۔ ناٹو کوئی تجارت نہیں ہے نہ ہی یہ کوئی کمپنی ہے۔۔۔"

شام پر ظالمانہ حملوں کے لیے اوباما روس پر انحصار کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ وہ ان جارہانہ حملوں کے خلاف ہے۔ یہ معاملہ چالبازی اور دھوکے کے مترادف ہے مگر ٹرمپ دن دہاڑے روس پر انحصار ظاہر کرتا ہے اور پوٹن کو اپنے صدر اوباما اور اپنی حریف کلنٹن سے بھی آگے رکھتا ہے! وہ کہتا ہے کہ " پوٹن ہمارے صدر اوباما سے کہیں پہلے سے ایک قائد رہے ہیں"(بی بی سی14 نومبر2016)۔۔ٹرمپ نے آگے یہ بھی کہا کہ پوٹن نے کلنٹن سے زیادہ ہوشیاری دکھائی۔۔انہوں نے کلنٹن کو شام میں مات دے دی۔۔(عربی اسکائی نیوز،20 اکتوبر2016)۔اس لیے اوباما اور ٹرمپ دونوں امریکہ کے مفاد کے تحفظ کے لیے روس سے مراسم رکھنا چاہتے ہیں بس دونوں کے طریقہ کار الگ ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں روس کی ایک یورپی یا مغربی ملک بننے کے احساس کمتری اور اور پھر سے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر کے ایک عالمی طاقت بننے کی خواہش نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ٹرمپ کی جیت پر روس کی پارلیمینٹ خوشی سے جھوم اٹھی، جو کہ روس کی احمقانہ روش کو ظاہر کرتا ہے۔

مزکورہ بالا نکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ کی موٹی موٹی پالیسیوں پر ری پبلکن اور ڈیموکریٹ جماعت کے مابین کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اور اختلاف صرف انداز وطریقہ کار کا ہوتا ہے۔

4۔ پالیسیوں کے موٹے موٹے خدوخال میں اتفاق لیکن انداز وطریقہ کار میں اختلاف کی وجہ کو دونوں جماعتوں کے ظہور کے پس منظر سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ری پبلکن پارٹی ڈیموکریٹ کے اُس کے بارے میں اِس تاثر کی پرواہ نہیں کرتی کہ وہ بڑا بول بولتی ہے، بلکہ وہ ایک بے دھڑک کاؤبوائے مزاج کے زیر اثر رہتی ہے جو کہ خود پسندی اور تکبّر سے بھرا ہے اور وہ اسی ماحول سے نکلی ہے اور جو اب بھی اس میں موجود ہے۔اور یہ کاؤبوائے بے دھڑک مزاج اُسی میں نظر آتا ہے جو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے، دوسرے کو مارتا اور قتل کرتا ہے،ادھر ادھر اڑتا پھرتا ہے، کسی چیز کو برباد کرتا ہے اور کسی کو چڑاتا ہے اور نہ اس کی کوئی مخالفت کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی چیلنج بلکہ سب اس کے سامنے چپ اور سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔نہ ہی وہ معصوم لوگوں کے قتل عام کے جرائم کی کوئی پرواہ کرتا ہے، جو کہ ان کے ملک میں رائج ہے، اور وہ اسلحہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کو شوقیہ استعال کرتے ہیں۔پیر کے دن امریکی سینیٹ نے ڈیموکریٹ جماعت کی اس تجویز کو مسترد کردیا جو ان افراد کے متعلق تفتیش کی اجازت دیتی جو مجرمانہ اور نفسیاتی مسائل کے حوالے سے تاریخ رکھتے ہیں جب وہ انفرادی اسلحہ کو خریدنے میں دلچسپی ظاہر کریں ۔۔(اور ری پبلکن نے اس قدم کے خلاف پیر کے دن 2016/06/20 کو ووٹ دیا، جو کہ ڈیموکریٹ سالوں سے منظور کرنا چاہ رہے تھے اور ووٹوں کا نتیجہ 44 موافقت میں اور 56 اس تجویز کے خلاف تھا۔۔)(Russia Today 21/06/2016)۔

اس طرح سے ری پبلکن اسلحہ رکھنے کے حوالے سے قوانین بنانے کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ اسلحہ کے صنعت کاروں اور اس کے ڈیلروں کی لابی کا کنٹرول ری پبلکنز پر ہے۔۔۔اس نقطہ نظر سے ٹرمپ کا انداز ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ یہ اس آدمی کا انداز ہے جو اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو طاقت ور دکھانا چاہتا ہے اور اس کی عظمت کو دھمکیوں اور بے جا مطالبوں سے دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے، بھلے ہی وہ اس کا نفاذ کرے یا نہ کرے اور پھر پلٹ جاتا ہے اور کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ اس لیے کیونکہ وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں کہا" میں ناقابل پیشن گوئی لگنا چاہتا ہوں"(رائیٹرز10 نومبر2016)۔

اس لیے وہ دوسروں کو دھمکانے پر ہی اکتفا کرے گا تاکہ وہ امریکی پالیسی کو قبول کرلیں یا اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیں یا اس کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں، لہٰذا اس کے تبصرے چاروں سمتوں میں گھومتے ہوئے آئے ہیں۔مسلمانوں اور اسلام سے اس کی دشمنی بالکل واضح تھی۔۔۔یہی چیز اس نے چائنا اسکوائر میں بھی دہرائی۔۔اور جنوبی کوریا، سعودی عرب اور ایران میں بھی اس کے پیروکار اس سے محروم نہ رہے اور اس نے یورپ کو اکساتے ہوئے اس کی شدید طور سے مذمت کی جیسے کہ وہ یہ جان بوجھ کر کررہا ہو۔ یہ اس کے متکبّرانہ روش کے تعلق سے ہے۔۔۔ لیکن وہ ایک شاطر تاجر کے انداز میں بھی کام کرے گا اور دوسرے ممالک کو بلیک میل کرے گا اور دوسروں کو جیت کر ان سے امریکہ کو اس کی قیمت دلوائے گا۔ اس لیے اس کے یہ تبصرے سامنے آئے:

۔سعودی عرب ایک مالدار ملک ہے اور ہم سے جو وہ سیاسی اور حفاظتی مدد حاصل کرتے ہیں اس کے بدلے میں انہیں ہمیں قیمت چکانی چاہئے۔ اس نے کہا"بہت جلد سعودی عرب ایک بڑی مشکل میں پڑنے والا ہے اور انہیں مدد کی ضرورت پڑے گی، اگر ہم نہیں ہوتے تو ان کا وجود دشوار ہوتا"(NBC TV19 اگست2016)۔ یہ بات اس نے سعودی عرب کو بلیک میل کرنے کے لیے کی اور امریکہ اسی وجہ سے سعودی عرب کی ساری رقم اپنے یہاں جمع کراتا ہے خاص طور سے اب جب کانگریس نے گستا قانون پاس کردیا ہے جو کہ سعودی عرب کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نیویارک میں 09/11 میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ہوئے حملے میں ہلاک ہونے والے امریکیوں کو معاوضہ دے۔

۔ٹرمپ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران کہا کہ وہ جنوبی کوریا میں تعینات امریکی فوجیوں کو واپس بلانا چاہتا ہے کیونکہ ان کی تائیناتی پر آنے والی لاگت کے ایک بڑے حصّے کی رقم جنوبی کوریا نے ادا نہیں کی ہے جن کی کل تعداد28500ہے۔

۔اس نے یورپ کو ناٹو بجٹ میں زیادہ رقم ادا کرنے کے لیے کہا اور ناٹو کو متروک بھی قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ "اگر ان پر روس حملہ آور ہوتا ہے تو واشنگٹن کی اپنے یورپی حلیفوں سے وابستگی اتحاد(alliance) کے بجٹ کے لیے مالی شراکت پر مشروط ہو گی"(AFP Khaleej Newspapaer,11/11/2016 ۔(

- آب و ہوا(climate) کے متعلق اس نے کہا "آب و ہوا کے ضوابط عالمی بازار میں کمپنیوں کو کم مسابقتی بنا رہے ہیں اور آب و ہوا میں ہونے والی تبدیلیوں کو ایک مذاق قرار دیا"۔لہٰذا ٹرمپ اس حد تک معاشی بلیک میل کرنا چاہتا ہے اور اپنے موکلوں اور پیروکاروں کو بھی اس سے باہر نہ رکھنے کی اس کی کوشش روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔

5۔جبکہ ڈیموکریٹک جماعت دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو جھوٹے جمہوری تاثرات میں ظاہر کرنا چاہتی ہے اور انگریزی تہذیب کی نقل کرتی ہے۔یہ زہر کو شیرینی میں لپیٹ کر دینا چاہتی ہے اور آپ کو مسکرا کر قتل کر دینا چاہتی ہے جب کہ ری پبلکن جماعت براہ راست زہر پلانا چاہتی ہے اس لیے اس کو زبان پر رکھتے ہی آدمی دم توڑ دیتا ہے۔۔۔اس لیے ڈموکریٹک صدر زیادہ بہتر ڈھنگ سے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے اور ان کا بھروسہ جیتنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جبکہ ری پبلکن صدر کسی کو دھوکا نہیں دیتے کیونکہ وہ اپنی دشمنی کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں۔دونوں جماعتوں کے صدور کے قریب کی تاریخ سے مثالوں کا جائزہ لینے سے لوگوں کے لیے ان کے وژن(vision) کا ادراک ہو جاتا ہے؛ ری پبلکن جماعت کے ریگن ، نکسن، بش سینیر اور جونیر کی متکبرانہ روش اور اسلام و مسلمانوں سے ان کی اشتعال انگیز جارہانہ عداوت سب کے سامنے عیاں ہے۔۔۔اور ڈیموکریٹک جماعت کے کینیڈی ، کارٹر، کلنٹن اور اوباما کی اسلام اور مسلمانوں کے لیے دل

نئی انتظامیہ کے طریقہ کار میں ڈرانا، دھمکانا، مذاق بنانا اور اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہونا اور خود پسندی اور تکبّرانہ رویّے کو اپنانا شامل ہے۔دوسرے ممالک کے لیے سب سے بہتر حکمت عملی یہ ہو گی کہ وہ نہ تو اس کے دباؤ کے آگے سر جھکائیں اور نہ ہی اس کی دھمکیوں سے ڈریں کیونکہ اس کے نزدیک ہنگامہ خیز حالات پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ مقصود نہیں ہے

فریب چالبازی، دھوکا، عیّاری اور مصنوعی دل جوئی شفّاف آئینے کی طرح ظاہر ہے۔ بش صاحب صلیبی جنگ کا حوالہ دیتے ہیں جب کہ کلنٹن قاہرہ میں قران کی آیت سناتے ہیں۔۔۔ اور دونوں ہی اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔!اسی طرح کی بات ہم نے پہلے بھی کہی ہے کہ" اس لیے ڈیموکریٹک صدر زیادہ بہتر ڈھنگ سے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے اور ان کا بھروسہ جیتنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جبکہ ری پبلکن صدر کسی کو دھوکا نہیں دیتے کیونکہ وہ اپنی دشمنی کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں۔

6۔یہاں تک کہ دونوں جماعتوں کے نشان(logo) میں بھی پوشیدہ معنی کے لحاظ سے فرق ہے اور اس میں ہمارا اوپر کا تجزیہ بالکل موزوں نظر آتا ہے۔

جب سے امریکی کارٹون نگار (نسلاً جرمن) تھومس ناست نے(1870اور1874)ہارپر میگزین میں ایک تصویر شائع کی تھی جس میں ایک گدھا شیر کی کھال پہن کر دوسرے جانوروں کو ڈرا رہا تھا،اسی میں بہت بڑا ہاتھی تھا جو اپنے اطراف کی چیزوں کو توڑ کر تباہ کر رہا تھا۔۔۔تب سے گدھا ڈیموکریٹک جماعت کا نشان(logo)بن گیا اور ہاتھی ری پبلکن جماعت کا نشان(logo)بن گیا اور یہ دو نشان دونوں پارٹیوں کی اصلیت کی عکّاسی کرتے ہیں۔لہٰذا اس تصور پر مبنی دو تصاویر کو2008کے انتخابی مہم میں خوب اچھالا گیا تھا جس میں پہلی تصویر میں ڈیموکریٹ جماعت کے نشان کی عکّاسی کرتے ایک گدھا دکھایا گیا جس پر ہلیری کلنٹن کی علامت میں زرد رنگ کا لباس پہنے ایک عورت بیٹھی ہے اور اس کے پیچھے نوجوان باراک اوباما کی علامت میں ایک سیاہ رنگ کا آدمی چل رہا ہے اور دونوں ہی اس گدھے کو لمبی لکڑی کی نوک پر بندھی ایک گاجر دے رہے ہیں جو کہ اس وقت ہونے والے انتخاب میں جو ڈیموکریٹک جماعت کی گاجر اور چھڑی (carrot and stick)کی حکمت عملی کا اظہار تھا۔ اس کے برعکس اسی انتخابی مہم میں ایک اور تصویر شائع ہوئی جس میں دو امّیدواروں کو نمایاں کیا جس میں جان میک کین (John McCain) اور مٹ رومنی(Mitt Romney)، دونوں ری پبلکن

امیدوار ایک ہاتھی پر سوار ہیں(پارٹی کے نشان کی نمائندگی کرتے ہوئے) اور دونوں دقیانوسی ری پبلکن سیاست جو کہ "سخت گیری اور زور آوری" پر اعتماد رکھتی ہے کو ظاہر کرتے ہوئے اس ہاتھی کو لکڑیوں سے پیٹ رہے ہیں۔

اس طرح سے ٹرمپ کے اقوال واعمال ری پبلکن امیدوار کے تعلق سے کوئی نئی بات نہیں ہے سوائے ان انفرادی خصوصیات کے جو ایک آدمی کو دوسرے سے علیحدہ کرتی ہیں مگر ری پبلکن جماعت کی کچھ عمومی خصوصیات تقریباً سبھی امیدواروں کے مابین ان کے کچھ انفرادی خاصیتوں کو چھوڑ کر کم وبیش ایک سی رہتی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

خلاصہ:

ا۔ سابقہ صدر کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں اور خصوصاً شامی بحران کے حوالے سے بنائی گئی امریکی پالیسی میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئے گی چاہے صدر ڈیموکریٹک جماعت کا ہو یا ری پبلکن جماعت کا کیونکہ امریکہ کی پالیسی کو بنانے میں اداروں کا دخل ہوتا ہے جن کا اپنا اثر گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

ب۔ انتخابی بیانات عالمی تعلقات یا بیرونی مسائل کے حل کے عملی نفاذ کے پیمانے نہیں ہوتے۔

پ۔ امریکہ روس کا استعمال مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کرتا رہے گا جنھوں نے ان کے نظام اور حکومتوں کے خلاف بغاوت کی ہے۔اس کے علاوہ یورپ کو روکنے کے لیے بھی اس کا استعمال کرتا رہے گا کیونکہ وہ باغی یورپینز کو بھی روکنا چاہتا ہے اور یورپ کو اپنا چھوٹا بھائی اور خود کو ان کا بڑا بھائی سمجھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کے منصوبوں اور پالیسیوں میں یورپ تبدیلی لانے کی کوشش کرے اور اس کی مرضی کے خلاف وہ اس کے زیر اثر علاقوں میں مداخلت کرے یا اس کی مرضی اور زیر نگرانی سے ہٹ آزادنہ کام کرے اور اسے ایک آزاد سیاسی، فوجی اور معاشی قوت بننے سے روکنا چاہتا ہے۔

ت۔ نئی انتظامیہ کے طریقہ کار میں ڈرانا، دھمکانا، مذاق بنانا اور اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہونا اور خود پسندی اور تکبّرانہ رویّے کو اپنانا شامل ہے۔دوسرے ممالک کے لیے سب سے بہتر حکمت عملی یہ ہوگی کہ وہ نہ تو اس کے دباؤ کے آگے سر جھکائیں اور نہ ہی اس کی دھمکیوں سے ڈریں کیونکہ اس کے نزدیک ہنگامہ خیز حالات پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ مقصود نہیں ہے۔اس کی جگہ انہیں اس کی مخالفت میں پیش قدمی کرنی چاہیے اور اس کے خلاف کام کر کے علاقے سے اس کے اثر و تسلط کو ہٹانے کی کوشش کرنا چاہیے۔یہ اس لیے کیونکہ جب امریکہ بش جونیر کے وقت میں اپنے شباب پر تھا، فرانس نے امریکہ کے خلاف دوسرے ممالک سے مل کر ایک محور بنایا تھا اور اس کا امریکہ پر کافی حد تک اثر بھی پڑا تھا تو اب ایسا کیوں نہیں ہو سکتا جبکہ وہ پستی کی طرف مائل ہے؟!

ٹ۔ایسا لگتا ہے کہ ٹرمپ کی قیادت میں امریکی انتظامیہ جبری پیسہ وصولی کا استعمال کر کے ممالک کو زبردستی پیسہ دینے کے لیے مجبور کرے گی کیونکہ سوائے اس کے اس کے پاس اور کوئی چال نہیں بچی ہے۔اس معاملے میں ممالک کو اس کی بلیک میلنگ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالنے چاہیے اور عوام کو اس کے خلاف اکسانا چاہیے۔

ث۔امریکہ کے گلے کی سخت پھانس بنے اسلامی امّت کے باغیانہ روش رکھنے والے لوگ جو کہ اس کے لیے بہت ہی برا خواب بنے ہوئے ہیں اور اس کی نیند حرام کر رہے ہیں انہیں اپنی جدّوجہد اور انقلاب جاری رکھنا چاہیے تاکہ وہ امریکہ اور دوسرے نو آبادیاتی (colonial) طاقتوں پر اللہ کے اذن سے فتح حاصل کریں۔انہوں نے امریکہ کی ناک عراق کی ریت میں اور افغانستان کی خاک میں رگڑ دی ہے۔۔۔ اور انہیں پتہ ہونا چاہیے کہ امریکہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہے، وہ تھک چکا ہے اور تباہی کے راستے پر ہے، اور گرا ہی چاہتا ہے بحر حال امّت کو امریکہ کے پٹھوؤں (agents)، مقتدین اور ماتحتین سے ہوشیار رہنا چاہیے، کیونکہ وہ مسلم زمینوں میں امریکہ کے لیے دروازے ہیں۔۔۔اور امّت کو باشعور ، مخلص لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو اس کی اللہ کے اذن سے نجات، آزادی اور عظمت کی طرف قیادت کریں اور اس کو انہی پر شکوہ ستونوں کی طرف واپس لائیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

"تم بہترین امّت ہو جو کہ لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے ، کہ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"(آل عمران:110)

»...ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ«

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"۔۔۔پھر ظالمانہ حکومت ہو گی اور وہ تب تک چلے گی جب تک اللہ چاہے پھر وہ اسے اٹھا لے گا جب وہ چاہے گا۔ پھر نبوت کے نقش قدم پر خلافت ہو گی"(روایت ابو داود تیالسی)۔اور یہ اللہ کے لیے کوئی بڑا کام نہیں۔

18 سفر 1438 ہجری

18 نومبر 2016 عیسوی

پاکستان بھر میں عوامی بیانات کی مہم

مقبوضہ کشمیر کی آزادی مذاکرات سے نہیں افواج پاکستان کے منظم جہاد کے ذریعے ہو گی

پریس نوٹ

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے ملک بھر میں کشمیر کی آزادی کے لئے بیانات کی مہم چلائی جس میں اس کے بہادر شباب نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اس مہم کا مقصد پاکستان کے مسلمانوں میں کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ راحیل-نواز حکومت کی نااہلی، غداری اور دھوکے کو بے نقاب کرنا تھا۔ مقررین نے اپنے بیانات میں کہا کہ کشمیر کا مسئلہ کبھی بھی بھارت کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے حل نہیں ہوسکتا بلکہ مذاکرات کا راستہ درحقیقت امریکہ کا منصوبہ ہے، جس پر چلتے رہنے کا امریکی منتخب صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بھی اعلان کیا ہے، تاکہ کشمیر میں جاری زبردست تحریک آزادی سے کشمیر اور پاکستان کے مسلمانوں کی توجہ ہٹ جائے اور بھارت کو حالات کو قابو میں کرنے کا موقع مل جائے ۔ اس کے علاوہ مذاکرات کے امریکی منصوبے کے تحت دیا جانے والے نام نہاد حل بھارت کو مقبوضہ کشمیر پر زیادہ مستحکم اختیار واقتدار فراہم کرے گا جو وہ ستر سالوں میں میدان جنگ میں خود حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اس امریکی منصوبے کا ایک بڑا ہدف یہ بھی ہے کہ بھارت کو خطے کی بالادست طاقت بننے میں مدد فراہم کی جائے تاوہ اسلامی تبدیلی اور چین کے خلاف کردار ادا کر سکے۔

مقررین نے یہ بھی کہا کہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی صرف افواج پاکستان کے منظم جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے لیکن موجودہ نظام اور اس کی پیدا کردہ قیادت کبھی بھی افواج پاکستان کو اس کی آزادی کے لیے متحرک نہیں کرے گی۔ پاکستان کی مسلم افواج مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے صرف اسی صورت میں حرکت میں آئیں گی جب ان پر ایک خلیفہ راشد حکمرانی کر رہا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ کو مسلمانوں کی ڈھال قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ كَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ" بے شک (مسلمانوں کا) امام ان کے لیے ڈھال ہوتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے رہ کر لڑتے ہیں اور اس کے ذریعے ان کا تحفظ ہوتا ہے۔ اگر وہ اللہ عزوجل کے خوف سے حکمرانی کرتا ہے اور انصاف فراہم کرتا ہے تو اس کے لیے بہت بڑا اجر ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کرتا ہے تو اُس پر اس کے منفی نتائج مرتب ہوں گے"(مسلم)۔ لہٰذا نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے بعد ہی خلیفہ راشد مسلمانوں کی عظیم فوج کو کشمیر و فلسطین سمیت تمام مقبوضہ علاقوں کی کفار کے تسلط سے بازیابی کے لیے جہاد کرنے کا حکم دے گا۔ تو پاکستان کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد میں شامل ہو کر پاکستان میں خلافت کے قیام کے لیے افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران سے حزب التحریر کے لیے نصرۃ کی فراہم کا مطالبہ کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

22 صفر 1438 ہجری بمطابق 22 نومبر 2016

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس